

مشعلِ راہ وقفــــــ جدید



”ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے، اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ حضرت شہاب الدین صاحب سہر وردیؒ اور حضرت فرید الدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا“

(خطبات وقف جدید صفحہ نمبر 4)

انتساب

”وقف جدید کے ان معلمین کرام کے نام جنہوں نے خلیفہ وقف کی آواز پر لبیک کی صدا بلند کی اور صوفیا کرام کے اسوہ پر چلتے ہوئے تپتے ہوئے صحرا سے برف پوش پہاڑوں تک پاکستان کے طول و عرض میں پھیل گئے، دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ جنہوں نے مخالفت دیکھی مشکلات دیکھیں جنہوں نے بھوک، پیاس برداشت کی مگر خدا کے دین کے اشاعت اور تربیت کا کام کیا۔“

مشعل راہ وقف جدید

راہ خدا کے متلاشی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی نوع انسان کے سامنے ایک ایسے رستے کا ذکر فرمایا ہے جو بنی نوع انسان کو خدا تک پہنچا سکتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ

(سورۃ العنکبوت:80)

اور وہ لوگ جو ہمارے بارے میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

خدا تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ جہد (کوشش) کرنے والے وجود نبی اکرم ﷺ تھے اسی لئے تو خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وجود کو قرآن کی عملی تفسیر اور آپ کے فرامین کو وحی حق کا درجہ دیا اور تمام مومنین کو نصیحت فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کے دربار سے جو ملے اسے لے لیا کرو کیونکہ یہ نبی وحی الٰہی سے کلام کرتا ہے۔

جب ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ خدا تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اس قدر گم تھے کہ غارِ حرا میں ،مادی زندگی کے شور و غوغا سے ہنگامہ آرائیوں سے دنیا کے عیش و آرام سے منقطع ہو کر،سکون، یکسوئی اور تنہائی میں زندگی بسر کیا کرتے تھے وہ راتیں جن میں اہلیان مکہ شراب کی محفلوں میں مصروف رہنے کے بعد اپنے خالق سے دوری میں نیند کے مزے لینے میں مصروف ہوتے تھے تو اس لمحہ آپ ایک دیوانے کی طرح خدا کی تلاش میں ہوتے تھے آپ کے کفا اسی عشق الٰہی کی وجہ سے کفار مکہ بھی کہنے پر مجبور ہوا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ اور آپ ﷺ کی اسی تڑپ کا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضَىٰٓ (5) أَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيمٗا فَـَٔاوَىٰ (6) وَوَجَدَكَ ضَآلّٗا فَهَدَىٰ

(الضحیٰ:6.7.8)

اور تیرا رب ضرور تجھے عطاء کرے گا۔ پس تو راضی ہو جائے گا۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا تھا؟ پس پناہ دی۔ اور تجھے تلاش میں سرگرداں (نہیں) پایا۔ پس ہدایت دی۔

یہ خدا کا عاشق اور غار حرا کا مکین غار حرا سے ھادی اکبر بن کر لوٹا۔ جس کا اوڑنا بچھونا رضائے الٰہی تھا۔

رضائے الٰہی ہی بلاشبہ مقصود و مطلوب مومن ہے اور حقیقی مؤمن کی نا صرف یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ خود رضائے الٰہی کا متلاشی ہوتا ہے بلکہ اسکی یہ کوشش بھی ہوتی ہے کہ وہ مخلوق خدا کا تعلق اپنے خالق سے قائم کروادے اسی طرح نبی کریم ﷺ میں نا صرف اپنے وصل الٰہی کی تڑپ تھی بلکہ آپ کا دل دکھ میں مبتلاء ہوتا تھا جب آپ خلق خدا کی اپنے خالق سے دوری کو دیکھتے تھے اور اپنی قوم کی اصلاح کے لئے سجدوں میں دعاؤں میں مصروف تھے ، مخلوق خدا کی اپنے خالق سے دوری آپ ﷺ پر بہت گراں گزرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی اسی تڑپ کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ۔

فَلَعَلَّكَ بَٰخِعٞ نَّفۡسَكَ عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِمۡ إِن لَّمۡ يُؤۡمِنُواْ بِهَٰذَا ٱلۡحَدِيثِ أَسَفًا (الکھف:7)

پس کیا تو شدت غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان ہلاک کردے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں

ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں

نبی کریم ﷺ کی ان دعاؤ اور اضطراب کو خدا تعالیٰ نے قبول کیا اور اور آپ ﷺ کو ہادی اکبر، رہبر اعظم اور انسان کامل بنا کر دنیا پر رحم فرمایا دیا۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے۔اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچادیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس امی وبیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔**اللھم صلی وسلم و بارک علیہ و آلہ بعدد ھمہ و غمہ و حزنہ لھذہ لامۃ و انزل علیہ انوار رحمتک الیٰ الابد**

(برکات الدعا۔روحانی خزائن جلد نمبر 6 صفحہ 11)

خدا کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا سب سے بڑا اور سب سے پیارا خزانہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی صورت میں اترا اور آپ ﷺ کے وجود کی برکت سے خدا تعالیٰ نے عرب و عجم کے لوگوں کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا تھا وہ قوم جس کو وحشیوں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا آپ ﷺ کے وجود کی برکت سے نا صرف انسان بلکہ با اخلاق انسان اور باخدا انسان بن گئی تھی۔وہ لوگ جو بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے ان کو تخت شاہی پر بیٹھایا گیا غرض اس جہالت میں ڈوبی قوم کو ایک دنیا کا استاد و معلم بنادیا اور خدا نما وجود بنادیا اور وہ لوگ فرش سے اٹھ کر عرش تک جا پہنچے، جن کو لوگ غلام کہتے تھے ان کو "سیدنا" کا لقب ملا۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرُوْثٍ ذِلَّةً　　فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا تو تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 591)

آپ ﷺ نے ہدایت کے وہ ستارے زمانے میں پیدا کر دئے تھے جن کے بارے میں خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

"میرے صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں پس جو کوئی بھی ان کی پیروی کرے گا ہدایت پا جائے گا"۔

(الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم جلد 6 صفحہ 244)

اسی طرح سیدنا حضرت مسیح موعودؑ اپنی تصنیف لطیف میں فرماتے ہیں۔

"بلاشبہ تمام صحابی سورج کی مانند ہیں اور انہوں نے اپنی روشنی سے مخلوق کا چہرہ منور کیا۔ وہ سب معزز اور بزرگ لوگ ہیں ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ وہ خیر الرسل کے لئے بمنزلہ اعضاء تھے۔ میں رسول اللہ کے تمام صحابہ کو دائمی عزت کے مقام پر پاتا ہوں۔"

(سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 341)

نبی کریم ﷺ کے صحابہ غریب و نادار تھے مگر محض اللہ اور رسول کی محبت میں مکہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ شریف آگئے تھے اور رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ میں جو صفہ کے نام سے مشہور ہے تعمیر کروایا تھا۔ اس مقام پر ان حضرات کے شب و روز گزرتے تھے اور یہ اصحاب عبادت، ذکر الٰہی اور مجاہدہ نفس میں اپنے دن رات بسر کرتے تھے۔

صلحاءِ امت کی کوششیں

خدا تعالیٰ نے اسلام کو کسی زمانہ میں بھی اکیلا نہیں چھوڑا نبی کریم ﷺ کے بعد اصحاب رسول ﷺ، اصحاب رسول ﷺ کے بعد تابعین، تبع تابعین اور پھر صوفیا نے اسلام کو سنبھالے رکھا اور دنیا کے کونے کونے میں خلق خدا کو خدا سے ملانے میں اہم کردار ادا کیا اور بلاشبہ یہ نبی کریم ﷺ کا فیضان تھا جو

نسل در نسل، صدی در صدی، علاقہ در علاقہ، قوم در قوم تقسیم ہوتا رہا ہے۔ اور آج وہ حضرت مسیح موعودؑ کے وجود سے ہوتا ہوا خلافت احمدیہ کے ذریعہ سے دنیا کے کونے کونے میں بٹ رہا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ۔

ہمیشہ کے لئے بشارت دی کہ اس دین کی کامل طور پر پیروی کرنے والے ہمیشہ آسمانی نشان پاتے رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم یقینی اور قطعی طور پر ہر ایک طالب حق کو ثبوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے۔ جیسا کہ سیّد عبد القادر جیلانی اور ابو الحسن خرقانی اور ابو یزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن العربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوان عنہ اسلام میں گزرے ہیں۔ اور ان لوگوں کا ہزارہا تک عدد پہنچا ہے۔ اور اسقدر ان لوگوں نے خوارق علماء اور فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے یہ لوگ صاحب خوارق و کرامات تھے۔

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 13 صفحہ نمبر92-91)

اسی طرح حضرت خلیفہ المسیح الاولؓ نے جنوری 1910 میں تصوف کے موضوع پر ایک ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ۔

معلمین میں سے ایک گروہ توفقہا کا تھا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ۔ شافعی۔ مالک۔ احمد بن حنبل۔ داؤد۔ امام بخاری۔ اسحاق بن راہویہ رحمھم اللہ ۔ یہ سب لوگ حامی اسلام گزرے ہیں انہوں نے بادشاہوں کا ہاتھ خوب بٹایا۔

دوسرا گروہ متکلمین کا ہے جن میں امام ابو المنصور الماتریدی، الامام ابو الحسن الاشعری، ابن حزم، امام غزالی، امام رازی۔ شیخ تیمیہ، شیخ ابن قیم رحمھم اللہ ہیں۔

تیسرا گروہ جنہوں نے احسان کو بیان کیا ہے۔ ان میں سید نا عبد القادر جیلانی بڑا عظیم الشان انسان گزرا ہے ان کی دو کتابیں بہت مفید ہیں۔ ایک فتح ربانی دوم فتوح الغیب۔ دوسرا مرد خدا شیخ شہاب الدین سہر وردی ہے جنہوں نے " عوارف لکھ کر " مخلوق پر احسان کیا تیسر آدمی جس کے بارے میں بعض علماء نے جھگڑا کیا ہے مگر میں تو اچھا سمجھتا ہوں شیخ محی الدین ابن عربی ہے پھر ان سے اتر کر امام شعرانی گزرے ہیں پھر محمد انصاری ہیں۔۔

ہزار سال کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب ہیں۔ مجدد الف ثانی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی تصنیف پر بہت زور دیا ہے مگر صرف روحانیت سے۔ ہندوستان میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام سیکھایا ہے ان میں معین الدین چشتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کا کی ہیں حضرت فرید الدین گنج شکر ہیں حضرت نظام الدین محبوب الہی ہیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحمھم اللہ ہیں یہ سب کے سب خدا کے خاص بندے تھے ان کی تصانیف سے پتا لگتا ہے کہ ان کو قرآن شریف اور احادیث سے کیا محبت تھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ ان کا کیا تعلق تھا۔ یہ بے نظیر مخلوقات تھیں بڑا بد بخت ہے وہ جو ان میں سے کسی کے ساتھ نقارہ رکھتا ہے یہ باتیں مینے علی وجہ البصیرت کہی ہیں۔

(خطبات نور صفحہ نمبر 453)

یہ وہ وجود نے جنہوں نے خلق خدا کو عشق سے سیر اب کیا چنانچہ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

عالم روحانی کے سب سے بڑے سمندر تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں مگر ان سے آگے دنیا میں کئی قسم کی روحانی نہریں جاری ہوئی چنانچہ دیکھ لو کہ ایک نہر شریعت کی چلی۔۔۔۔ پھر ایک تصوف کی نہر چلی۔ ایک فلسفہ شریعت کی نہر چلی۔۔۔۔ اسی طرح تصوف میں، جنید، شبلی۔ معین الدین چشتی، بہاء الدین صاحب نقشبندی، سہاب الدین صاحب سہر وردی۔ وغیرہ جیسے عظیم الشان لوگ گزرے اور پھر یہ ساری نہریں حضرت مسیح موعود علیہا السلام میں آکر مدغم ہو گئیں۔

(سیر روحانی صفحہ 699)

نیز فرمایا۔

پھر مادی باغوں سے علیحدہ ہو کر روحانی باغوں نے اپنی نشو و نما شروع کر دی۔ محمدی باغوں میں ایک پودا حسن بصری کا لگا ایک جنید بغدادی کا لگا ایک سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا۔ ایک شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک ابراھیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک محی الدین ابن عربی کا لگا ایک امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا، ایک ابن قیمؒ کا لگا ایک بہا الدین صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک قطب الدین صاحب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک فرید الدین صاحب گنج شکر کا لگا ایک نظام الدین صاحب اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک حضرت باقی باللہ صاحب کا لگا ایک داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک مجدد صاحب سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ کا لگا ایک سید احمد صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا لگا اور سب سے آخر پر باغ محمدی کی حفاظت کرنے والے درخت مسیح موعود کا پودا لگا۔

(سیر روحانی۔726-725)

پھر فرمایا۔

اسلام میں ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں لقد انزلنا اٰیات مبینات کے زریعہ اسلام کی روشنی کو ظاہر کرتے رہے چنانچہ ابتدائی اسلام میں۔ حضرت جنید بغدادی ہوئے۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی ہوئے۔ شبلی ہوئے۔ ابراھیم ادھم ہوئے۔ ابن تیمیہ ہوئے۔ ابن قیم ہوئے۔ امام غزالی ہوئے۔ محی الدین صاحب ابن عربی ہوئے اور ان کے علاوہ ہزاروں اور بزرگ ہوئے پھر آخری زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ہوئے۔ خواجہ باقی با اللہ ہوئے، خواجہ معین الدین صاحب چشتی ہوئے۔ شیخ شہاب الدین صاحب سہر وردی ہوئے۔ خواجہ بہا الدین صاحب نقشبندی ہوئے۔ نظام الدین صاحب اولیاء ہوئے۔ خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی ہوئے۔ فرید الدین صاحب گنج شکر ہوئے۔ حضرت احمد صاحب بریلوی ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ہوئے یہ سب لوگ خدا کا قرب پا کر آیات مبینات کا مقام حاصل کر گئے اور ان میں سے ہر شخص کو دیکھ کر لوگ اپنا ایمان تازہ کرتے تھے پھر ان کا نور دھندلا ہوا تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے اندر پیدا کیا اور آپکا وجود ہمارے لئے آیات مبینات بن گیا۔

(تفسیر کبیر جلد ششم تفسیر سورہ النور صفحہ 359-358)

صوفیائے اسلام کی ہندوستان میں خدمات

صوفیائے اسلام اور صلحائے امت نے دامن رسول سے ملنے والا فیضان پوری دنیا میں بانٹا مگر ایک اہم کام ہندوستان میں تبلیغ اور اصلاح امت کا تھا جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام پہ جو الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ تلوار کے زور سے پھیلا ہے اسکا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ۔

یہ بلکل غلط ہے کہ ہند میں اسلام تلوار کے زریعہ پھیلا ہر گز نہیں۔ ہند میں اسلام بادشاہوں نے بجز نہیں پھیلایا بلکہ ان کو تو دین کی طرف بہت ہی کم توجہ تھی۔ اسلام ہند میں ان مشائخ اور بزرگان دین کی توجہ، دعا اور تصرفات کا نتیجہ ہے جو اس ملک میں گزرے تھے۔ بادشاہوں کو یہ توفیق کہاں ہوتی ہے کہ دلوں میں اسلام کی محبت ڈال دیں۔ جب تک کوئی آدمی اسلام کا نمونہ خود اپنے وجود سے ظاہر نہ کرے تب تک دوسرے پر اسکا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے حضور میں فنا ہو کر خود مجسم قرآن اور مجسم اسلام اور مظہر رسول کریم ﷺ بن جاتے ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایک جزب عطاء کیا جاتا ہے اور سعید فطرتوں میں ان کا اثر ہوتا چلا جاتا ہے۔ نوے کروڑ مسلمان ایسے لوگوں کی توجہ اور جذب سے بن گیا۔ تھوڑے سے عرصہ میں کوئی دین کی اس کثرت کے ساتھ کبھی نہیں پھیلا۔ یہی لوگ تھے جنہوں نے صلاح و تقویٰ کا نمونہ دکھلایا اور ان کی برہان قوی نے جوش مارا اور لوگوں کو کھینچا۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 523)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ملفوظات سے یہ بات واضع ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں اسام کے پھیلاؤ کا سب سے بہترین اور بھرپور ذریعہ صوفیائے کرام تھے چنانچہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں۔

ہندوستان میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام سیکھایا ہے ان میں حضرت معین الدین چشتی ہیں۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی ہیں حضرت فرید الدین شکر گنج ہیں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی ہیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلی رحمہم اللہ ہیں یہ سب کے سب خدا کے خاص بندے تھے ان کی تصانیف سے پتا لگتا ہے کہ ان کو قرآن شریف اور احادیث سے کیا محبت تھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ یہ بے نظیر مخلوقات تھیں بڑا بد بخت ہے وہ جو ان میں سے کسی کے ساتھ نقارہ رکھتا ہے۔ یہ باتیں مینے علٰی وجہہ البصیرت کہی ہیں۔

(خطبات نور صفحہ نمبر448.453)

تصوف کیا ہے

سب سے پہلے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ تصوف ہے کیا۔ اس حوالہ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو۔

حضرت شہاب الدین سہر وردی کی مشہور و معروف کتاب جو رہتی دنیا تک بلاشبہ علم تصوف پر ایک سند کی حیثیت رکھتی رہے گی اس کتاب میں حضرت شہاب الدین سہر وردیؒ نے تصوف کی وجہ تسمیہ کے حوالہ سے تین احتمالات کا ذکر کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

(1) تصوف یا صوفی کا مادہ صوف (اون) ہے۔ ابتدائی زمانہ میں صوف کے پیرہن ہی استعمال ہوتے تھے۔ انبیاء کرام اور ان کے اصحاب یہی لباس زیب تن کی کرتے تھے (نیز آپ نے نبی کریم ﷺ کا ایک ارشاد بھی منقول فرمایا ہے کہ۔ **ان عیسی علیہ السلام کان یلبس الصوف و لشعر** کہ حضرت عیسی علیہ السلام صوف اور بالوں کا لباس پہنا کرتے تھے، ان کی غذا درختوں کے پھل تھے اور جہاں شام ہو جاتی وہیں رات بسر کرنے کے لئے رہ جاتے (وہی ان کی منزل اور مکان ہو تا بحوالہ عوارف المعارف باب نمبر 6)۔ اسی بنا پر دنیا کی نعماء سے کم رغبت رکھنے والے امت کے نیکوں اور صالحین نے

صوف کے لباس کو اپنایا تا انکساری کا اظہار ہو۔ نیز یہ کہ یہ معمولی قیمت کے کرخت اونی انہیں بیدار کر سکیں لہذا ایسا لباس زیب تن کرنے والوں کو صوفی کہتے ہیں۔

(2) بعض اہل علم کے نزدیک تصوف صفہ سے ماخوذ ہے۔ صفہ مدینہ منورہ میں وہ مقام تھا جہاں 72 کے قریب ۔ صحابہ کرام تعلیم و تربیت اور اصلاح نفس میں مصروف رہتے تھے۔ اور تکمیل تربیت و اصلاح کے بعد انہیں دین کی دعوت دینے کے لئے ملک کے اطراف میں انہیں بھجوایا جاتا تھا اس رعایت سے داعیان دین خود کو صوفی کہلانے لگے

(3) تصوف کو مادہ صفوۃ ہے جس کے معنی ہیں صفائی اور پاکیزگی کے ہیں اور کہ اصل لفظ صَفَوِیّ تھا جو علم صرف کے قاعدہ تقلیب کے تحت صفوی کے حروف میں تبدیلی سے صوفی بن گیا یعنی ایسا شخص جو دل وجان سے اپنے اندر تبدیلی پیدا کرتے ہوئے صفائی اور تزکیہ نفس میں مشغول رہتا ہے اور نفسانی خواہشات سے اپنے آپ کو پاک رکھتا ہے وہ صوفی ہے اور اس کے اس طریق کا نام تصوف ہے۔

(بحوالہ تصوف روحانی سائنس صفحہ نمبر 16)

ایک صوفیانہ تحریک وقف جدید

ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ میں ہندوستان تمام جرائم کی اماجگاہ بنا ہوا تھا، اسلام سے بے رغبتی تھی، جہالت کی سیاہ رات تھی صوفیائے اسلام نے اس اندھیرے کو اجالے میں بدلہ مشرکوں کو توحید کا عاشق، تفریق معاشرے کو برابری دینے والا بنایا تھا۔ اسی طرح آج کے زمانہ میں بھی دنیا ظاہری و باطنی شرک میں مبتلاء ہے۔ تو اس ظاہری و باطنی شرک، معاشرے کی تفریق، دین اسلام سے بے رغبتی، خلق خدا کی خدا سے دوری، الغرض موجودہ زمانہ کی روحانی ویرانی اس بات کا تقاضہ کررہی ہے کہ آج بھی اکن صوفیائے کرام کی بہت ضرورت ہے چنانچہ اس زمانہ کی حالت زار کی پکار کو سنتے ہوئے اور اذن الٰہی سے

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک صوفیانہ تحریک یعنی وقف جدید کا آغاز فرمایا تا کہ وہ کام جو صوفیائے امت نے اپنے اپنے زمانہ میں انفرادی حیثیت سے کیا تھا اس کو اجتماعی حیثیت میں میں آگے بڑھایا جائے چنانچہ وقف جدید کے آغاز کی بنیادی وجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت خلیفہ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

جب حضورؓ نے دیکھا کہ جماعت نے تعلیم و تربیت اور اشاعت کے ضمن میں اپنے فرض پورے طور پر انجام نہیں دیا ہے تو حضورؓ نے اس خیال کے پیش نظر کہ اگر میں پردہ پوشی کروں گا تو خدا بھی پردہ پوشی سے کام لیگا۔جماعت کو اس کی غفلت پر تنبیہ کرنے کی بجائے" وقف جدید" کے نام سے ایک نئی تحریک چلادی۔

(خطبات وقف جدید صفحہ نمبر95)

جس طرح قرون اولیٰ صوفیا نے ہندوستان میں تبلیغ کی اور تعلیم و تربیت میں سعی کی اور ہندوستان کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا تھا اور روحانی ویرانی کو بدل دیا تھا اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے الٰہی منشاء کے مطابق جب اس تحریک کا آغاز فرمایا تو جماعت کے نوجوانوں کے سامنے تین صوفیا کو بطور نمونہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی صاحب اور شہاب الدین سہر وردیؒ صاحب کے نقشے قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے تحت وقف کرتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں تا کہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے

ویران نہیں لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے، اور آج بھی اس میں چشتوں کی ضرورت ہے سہر وردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبدیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نا آئے اور حضرت معین الدین چشتیؒ حضرت شہاب الدین سہر وردیؒ اور حضرت فرید الدین شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نا ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جائے گا جتنا کہ مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا"

(خطبات وقف جدید صفحہ نمبر 4)

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس خطاب میں وقف جدید کی تحریک کے خدو خال کو واضح فرمایا اور نوجوانوں کو وقف کی طرف بلایا اور ان کے سامنے بطور نمونہ عالم اسلام کی تین بزرگ ہستیوں حضرت معین الدین چشتیؒ حضرت شہاب الدین سہر وردیؒ اور حضرت فرید الدین شکر گنجؒ کو رکھا کہ ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے جس کا تعلق باللہ ان لوگوں کے معیار کا ہو ان کے اندر دین اسلام کی محبت اور خدا کی مخلوق سے ہمدری ان بزرگ ہستیوں جتنی ہو۔

بلاشبہ یہ تینوں ہستیاں انتہائی غیر معمولی تھیں ان ہستیوں میں سے ایک ہستی تھی شہاب الدین سہر وردیؒ کی ہے

حضرت شہاب الدین سہرورؒدیؒ

مرا پیر دانائے فرخ شہاب   دو انداز فرمودہ بروئے آب

یکے آنکہ بر خویش ‘‘خود بین’’ مباش دگر آنکہ بر غیر ‘‘بدبیں’’ مباش۔

(یعنی مجھ کو میرے مرشد حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے ساحل دریا پر (جبکہ وہ غالباً دریائی سفر کے لئے کشتی میں سوار تھے یا سوار ہونے والے تھے) یہ دو نصیحتیں فرمائیں

(1) خود بینی کا نا کرنا یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر غرور و تکبر کا کرنا

(2) دوسروں کو برا نہ سمجھنا اور خوامخواہ ان کے عیب تلاش کرنے کا طریقہ اختیار نہ کرنا

(سعدی شیرازی)

شہاب الدین سہر وردی

آپ چھٹی صدی ہجری کے نامور صوفی ہیں آپکا پورا نام ابو حفص شہاب الدین عمر بن محمد سہر وردی تھا آپ کو شیخ الشیوخ کے نام سے بھی جانا جاتا تھا آپ کے والد کا نام محمد قریش تھا۔ آپکا سلسلہ نسب(بعض کے نزدیک 12 بعض کے نزدیک 13 بعض کے نزدیک 16 واسطوں سے (بحوالہ عوارف المعارف مقدمہ مترجم شمس بریلوی) حضرت ابو بکر صدیقؓ سے جا کر ملتا تھا۔ آپ کے نسب کے تمام آباؤ و اجداد اوپر سے نیچے تک خدا رسیدہ بزرگ اور عالم با عمل تھے۔ آپ کے والدین کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی اور وہ اولاد کی خواہش دل میں ہی لئے ہوئے اپنی عمر کا ایک طویل عرصہ گزار چکے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والدین سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی کے پاس گئے اور اولاد کے لئے دعا کی حضرت عبد القادر جیلانی نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اور فرمایا کہ خدا تمہیں ایسا بیٹا دیگا جس کا چرچا قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ خدا نے آپ کے والدین کو بچی سے نوازہ آپ کے والدین اپنی اس بیٹی کو بغرض دعا لے کر حضرت عبد القادر جیلانی کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی دعا سے خدا نے بیٹی سے نوازہ ہے اس کے حق میں دعا فرمائی تو حضرت عبدلقادر جیلانی نے فرمایا کہ کہ کیسے ہو سکتا ہے مجھے دیکھا جب بچی سامنے کی گئ تو آپ نے متبسم ہو کر فرمایا یہ لڑکی نہیں لڑکا ہے اور ہم نے اس کا نام شہاب الدین عمر رکھا ہے سیدنا عبد القادر جیلانی

نے ایسے بیٹے کی بشارت دی اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جاؤ خدا تعالیٰ تمہیں ایسی اولاد عطاء فرمائے گا جس کا چرچہ قیامت تک جاری رہے گا۔۔۔۔۔آپ کی ولادت ۵۳۶ ہجری ماہ رجب کے آخر میں بمطابق 1141 عیسوی میں زنجان (آزر بائیجان کے دار الحکومت) کے نواحی قصبہ سہر ورد ہے اور اسی قصبہ کی نسبت سے آپ سہر وردی مشہور ہوئے۔

تعلیم وتربیت۔

حضرت شہاب الدین شہر وردیؒ کا کم سنی میں ہی بغداد آنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اپنے چچا سے تحصیل علم تھی چنانچہ آپ بغداد میں اپنے چچا کے زیر تربیت رہ کر تعلیم حاصل کرنے لگے۔ظاہری وباطنی تعلیم میں آپ کے سب سے بڑے استاد آپکے چچا شیخ ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہرؒ تھے گیارہ سال کی عمر میں آپ نے ان سے علم الحدیث کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔اس کے ساتھ ساتھ آپ تفسیر، فقہ اور دوسرے علوم وفنون میں بھی مہارت حاصل کرتے رہے

حضرت شہاب الدین سہر وردی اپنے جوانی کے زمانہ سے ہی علم الکلام میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔اور بہت ساری کتب آپ کے زیر مطالعہ تھیں مگر آپ کے چچا جان اس کو پسند نہ کرتے تھے چنانچہ وہ آپکو لے کر حضرت عبد القادر جیلانی کے پاس گئے اور ان کی صحبت کی برکت سے خدا تعالیٰ نے آپکو علم الکلام کی بجائے علوم باطنی سے آشنا کر دیا اور حضرت عبد القادر جیلانی نے فرمایا کہ " اے عمر تم عراق کے مشاہیر کے آخر ہو"

بہت ہی مختصر سے عرصہ میں آپ نے تفسیر وحدیث اور فقہ اور دیگر علوم دینہ پر آپ نے عبور حاصل کر لیا تھا آپ اپنے دور کے عظیم المرتبت محدث وفقیہ شمار کئے جاتے تھے۔فقہ میں آپ شافعی مسلک کے

پیروکار تھے مگر وسعت نظر میں آپ ایک مجتہدانہ انداز رکھتے تھے۔اور عقائدمین آپ امام ابوالحسن اشعری کے متبع تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت جنید بغدادی کے مکتب خیال سے متاثر تھے۔ شیخ ابن عربی کے ہم عصر تھے اور دونوں بزرگ دو مکتب خیال کے ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کی حد درجہ عزت کرتے تھے

حالات زندگی

آپ زہد و تقوی میں بے مثال تھے۔ ہمہ وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے آپ نے خلیج فارس جزیرہ عبادان میں گوشہ نشینی اختیار کی اور عرصہ دراز تک ذکر و فکر عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے آپ نے متعدد حج کئے اور کئی سال تک خانہ کعبہ میں رہے۔ پھر آپ واپس بغداد تشریف لے گئے۔ سیدنا حضرت عبد القادر جیلانی کی وفات کے بعد بغداد کی روحانی مسند پر شیخ عبد القاہر ابوالنجیب سہر دوری بیٹھے آپ شیخ شہاب الدین سہر وردی کے چچا تھے اور تصوف میں طریقہ سہروردیہ کے بانی تھے آپ بھی شیخ عبد القادر جیلانی کی رحلت کے بعد دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپ کے کوچ کر جانے کے بعد آپ کی مسند پر شیخ شہاب الدین سہروردی جلوہ افراز ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ کے مؤسس ثانی کے طور پر آپ جانے گئے جہاں نا صرف آپ کی خانقاہ کے درویش ہی فیض اٹھاتے تھے بلکہ آپ اپنے اثر و رسوخ سے قوم اور ملک کو بھی فائدہ پہنچاتے تھے ۔ بلخصوص اسلامی ممالک کے درمیان مصالحت کروانے میں آپکا بہت کردار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلفائے بغداد اور اسلامی ممالک کے امراء اور حکام آپکا بے حد احترام کرتے تھے دربار خلافت کے آپ سفیر بھی تھے اسی واسطے جب کوئی بڑی علمی یا روحانی شخصیت بغداد کا رخ کرتی تو سرکاری طور پر آپ ہی ان کے استقبال کے لئے جاتے تھے۔

واقعات زندگی

614 ہجری میں سلطان محمد بن خوارزم نے عباسی خلیفاء کی بیعت سے روگردانی اختیار کی اور اپنی تمام مملکت میں خلیفہ ناصر کا سکہ اور خطبہ بند کر کے علاؤالدین ترمذی سے بیعت کی اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تین لاکھ سوار لے کر خلیفہ ناصر کو معزول کرنے کے لئے بغداد کی طرف روانہ ہوا جب اس آمد کی خبر ناصر کو ہوئی تو اس نے آپ کو بطور سفیر اس کی طرف روانہ کیا چنانچہ ہمدان کے قریب آپ نے سلطان محمد سے ملاقات کی اور فصیح و بلیغ تقریر کی وہ آپ کی پر معارف تقریر سے بہت متاثر ہوا مگر اپنے فیصلہ سے باز نا آیا چنانچہ آپ بہت مایوس ہو گئے اور دعا کی کہ اے باری تعالیٰ! خوارزم شاہ کو اپنے ادارے میں کامیاب نا ہونے دینا اور واپس آ گئے اللہ تعالیٰ نے آپکی دعاؤں کو قبول فرمایا اور ہوا یہ کہ جیسے ہی سلطان محمد اپنی لشکر کے ہمراہ عقبہ حلوان پہنچا آسمان پر شدید دھند چھاگئی اور تو شدید برف باری بیس دن تک جاری رہی اور سردی کی وجہ سے اس کا سارا لشکر تباہ ہو گیا اور وہ اپنے ادارہ سے ناکام ہو کر واپس ہو گیا۔

آپؒ کے وجود میں لوگوں کی عیب پوشی کی اس قدر اہمیت تھی کہ آپ خلائق پر سے ہمیشہ اپنی آنکھ بند رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ سے آپ کے اس طرز عمل کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ " خلق اللہ میں سے کسی کے عیب نظر نا آئیں اس لئے آنکھ بند رکھتا ہوں "

خدا تعالیٰ کے پیاروں پر تنگی و آسودگی کے حالات آتے رہتے ہیں مگر وہ ہر حال میں یاد الٰہی سے دل کو آباد رکھتے ہیں۔ ایک بار آپ پر تنگی کے حالات تھے مگر آپ یاد الٰہی سے غافل نا تھے اور پھر وہ دن بھی آیا

جب ہزاروں دینار آپ کے پاس آتے تھے مگر آپ سب کے سب راہِ خدا میں قربان کر دیتے تھے۔ حضرت فرید الدین گنج شکر فرماتے ہیں کہ۔

میں چند روز شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں رہا ہوں ہر روز تقریباً 10 ہزار دینار فتوح آتی تھی مگر شام تک ایک پیسہ بھی نا بچتا تھا۔ سارے کا سارا حاجت مندوں، غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

(سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر 462)

آپکا یہ معمول تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تو خدا تعالیٰ اس مشکل کو دور کر دیتا تھا۔

حضرت امام تقی الدین سبکیؒ طبقات شافیعہ میں رقمطراز ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ ظاہری تحمل اور عزت کے باوجود نہایت فقر اور تنگ دستی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے دنیاوی مال و متاع سے کوئی رغبت و دلچسپی نہیں تھی۔ جو فتوحات آتی تھیں وہ سب راہ خدا میں دے دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کے بوقت وصال تجہیز و تکفین کے لئے بھی ضروری رقم موجود نہ تھی۔

(سیارہ ڈائجسٹ، اولیاء کرام نمبر 463)

آپ کے دل میں دوسرے علماء کی کس قدر عزت تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ حضرت شہاب الدین سہروردی اور شیخ محی الدین ابن عربی دونوں بزرک دو مختلف مکتبہ فکر سے تھے مگر ایک دوسرے کی حد درجہ عزت کرتے تھے

وفات:

آپ آخری عمر میں معذور ہو گئے تھے۔ بصارت بھی جاتی رہی تھی لیکن خانقاہ کا نظام اسی شان و شوکت سے چلتا رہا نوے سال کی عمر پا کر آپ کا وصال یکم محرم ۶۳۲ھ بمطابق 1234 عیسوی میں ہوا۔

کتب و شاگرد

حضرت شہاب الدین سہر وردیؒ نے بہت ساری کتب اور رسائل کی تصنیف فرمائے مگر شہرت دوام آپکی علم ا الاخلاق اور علم تصوف پر لکھی کتاب" عوارف المعارف" کے حصہ میں آئی۔۔ عوارف المعارف آپ نے علم الاخلاق اور علم تصوف پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں تحریر فرمائی تھی اس کتاب میں آپ نے تصوف کے بنیادی اعتقادات اور خانقاہوں کی تنظیم اور تصوف کی اصطلاحات کے معنی مختصر لیکن جامع انداز میں بیان کئے ہیں اس کتاب کو جب حضرت نجم الدین کبری نے دیکھا تو فرمایا تھا کہ " جس نے اس کتاب کو نہیں پڑھا وہ صوفی نہیں ہو سکتا"

مناقب الاصفیاء میں لکھا ہے کہ۔

"شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہر وردی چوں عوارف را تصنیف کرد گفت گفت پر خواجم عرض کنید۔ یعنی بر خواجہ نجم الدین کبری عرض کنید۔ اگر او قبول کند، بدادند و گرنہ بشو ئند، خواجہ نجم الدین کبری چوں عوارف رو دید گفت صوفی راازیں چارہ نیست۔ بر صوفی ایں کتاب مخدوم زادہ ندانند صوفی پاشد"

(مناقب الاصفیاء مصنفہ حضرت مخدوم شعیب فردوسی صفہ 100)

سلسلہ سہروردیہ کے علاوہ اس کتاب سے سلسلہ چشتیہ، قادریہ، فردوسیہ نے بھی استفادہ کیا اور نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں اس کے تدریس کا سلسلہ رہا اور بابا فرید گنج شکر نے تو اس کتاب کا درس بھی اپنی اعلی مریدوں اور خلفاء کو دیا اور اس کتاب پر ایک حاشیہ بھی تحریر کیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ آپکی اولاد اور آپکے شاگرد آکر ہندوستان کے علاقوں میں آباد ہوئے اور اور آپ سے فیض حاصل کرنے والے شاگردوں سے برصغیر میں آکر اشاعت اسلام کی آپ کے شاگردوں میں سے چند مشہور شاگرد شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ نجیب الدین علی وغیرہ ہیں۔

تعلیمات

- شیخ شہاب الدین سہروردی کی تعلیم کا نچوڑ یہ تھا کہ " نہ کبھی انسان کو " خود بین " بننا چاہیے اور " نہ بدبین " ہونا چاہیے شیخ سعدی جو کہ ان کے مخصوص مریدوں میں سے تھے اپنے پیر کی اس تعلیم کی طرف اپنی مشہور کتاب بوستان میں ان دو نصائح کو دو اشعار میں بیان کیا ہے۔

مرا پیر دانائے فرخ شہاب دو اندرز فرمودہ بروئے آب

یکے آنکہ بر خویش " خود بین " مباش دگر انکہ بر غیر " بدیں " مباش۔

(یعنی مجھ کو میرے مرشد حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے ساحل دریا پر (جبکہ وہ غالباً دریائی سفر کے لئے کشتی میں سوار تھے یا سوار ہونے والے تھے) یہ دو نصیحتیں فرمائیں

(1) خود بینی کا نا کرنا یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر غرور و تکبر کا کرنا

(2) دوسروں کو برا نہ سمجھنا اور خوا مخواہ ان کے عیب تلاش کرنے کا طریقہ اختیار نہ کرنا

- آپ کو ایک شخص نے لکھا کہ۔ یاسیدی! اگر میں عمل چھوڑ دوں تو ڈرتا ہوں (تعطل و بیکاری کی طرف نہ چلا جاؤں گا اور اگر عمل کروں تو یہ ڈر ہے کہ مجھ میں تکبر و غرور آجائے گا۔ آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ
- نیک عمل کر اور تکبر غرور سے استغفار کر
- آپ اپنے مریدین کو شکر گزاری کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں
- "شکر" اشرف الاعمال ہے اور سب اعمال کے مقابلہ میں کم پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
- و قلیل من عبادی الشکور
- میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہیں۔۔۔ شکر (قلب کا) ایک مستقل عمل ہے۔ اعملوا آل داود شکرا اے داؤد کے گھر والو شکر کا عمل جاری رکھو۔

(وصایا شیخ شہاب الدین سہروردی از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی صفحہ نمبر10)

- اگر بندہ بالفرض کسی مکروہ جگہ بھی ہو مگر اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اللہ کے قریب ہے۔ اور اگر وہ کعبہ میں ہو اور اس کا دل اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو تو وہ اللہ سے بعید ہے۔ (ایضاً صفحہ نمبر11)
- اللہ تعالیٰ اس قلب کو پسند نہیں کرتا جس میں تفرقہ ہو۔ (ایضاً صفحہ نمبر11)
- بندے کو لازم ہے کہ اپنے اوقات کو غنیمت سمجھے اور اپنے ایام و ساعات کو اوراد سے مزین کرے۔
- ریا، نفاق اور مخلوق کے سامنے سجاوٹ اور بناوٹ کو بھی اپنے آپ سے دور رکھے۔

(ایضاً صفحہ نمبر13)

- آپ کے نزدیک والدین کی خدمت کی کیا اہمیت تھی کہ آپ نے اپنے طالب علم کو اس لئے اپنے وطن جانے کی اجازت دی تا کہ وہ اپنے والدین کے حقوق ادا کریں
(ایضاً صفحہ نمبر 14)
- انسان اپنے اعضاء وجوارح پر پورا کنٹرول اس وقت تک نہیں کر سکتا جب تک قلب ایسا بیدار نہ ہو جائے جو برابر محاسبہ کرتا رہے (ایضاً صفحہ نمبر 15)
- انسان۔۔۔اپنے نفس پر اس وقت تک غلبہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک اپنے اوقات کی حفاظت نہ کرے (ایضاً صفحہ نمبر 17-16)
- آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ سے نصیحت طلب کی۔ آپ نے منجملہ اور نصائح کے زبان کو قابو رکھنے کی تو کید فرمائی (ایضاً صفحہ نمبر 28)
- آپ نے اپنے ایک شاگرد کو فرمایا کہ۔
- مراقبہ یہ ہے کہ بندے کے قلب میں علم راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اسکو دیکھ رہا ہے اور اس کے ضمیر کی پوشیدہ باتوں پر بھی مطلع ہے۔ جب ان امور سے فارغ ہو جائے تو سو جائے۔ پس نیند میں بھی سلامتی ہے یہ بات بھی مناسب ہے کہ ہمیشہ طہارت پر رہے اور جب وضو ٹوٹے دوبارہ وضو کر لے اور اس بات کی حتیٰ الامکان کوشش کرے کے قبلہ رخ بیٹھے اور اپنے دل میں اس بات کا تصور کرے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے سامنے بیٹھا ہے یہاں تک کہ اس کو سکینہ اور وقار حاصل ہو جائے۔ مخلوق کی تکلیف دہی کا تحمل کرے اور بد سلوکی کرنے والے سے انتقاماً بد سلوکی نہ کرے بلکہ بد سلوکی کرنے والے کو معاف کر دے اپنے علم و فضل پر نازاں نا ہو اپنے آپ کو چشم حقارت سے اور تمام مسلمانوں کو چشمِ احترام و تعظیم سے دیکھے۔ ہر

عاقل کو چاہیے کہ وہ تہجد بھی پڑھے۔ اگر ممکن ہو تو مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کے درمیان بھی نوافل پڑھ لے۔ چاشت کی نماز کا بھی خیال رکھے۔ غسل جمعہ کا اور طہارت کی حالت پر سونے کا بھی لحاظ رکھے۔ جمعہ کے دن جامع مسجد کو جلد چلا جائے اور اس جمعہ کے دن کو خاص طور پر آخرت کے لئے بنا دے (کم از کم) اس دن میں تو امر دنیا کی آمیزش نہ کرے۔ ہر روز صدقہ دے جتنا بھی ہو، کم یا زیادہ، زیادہ نہ ہنسے، معدہ کو ہلکا رکھنے کی کوشش کرے، نفلی روزے بھی رکھے، ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھے۔ اور اس میں اضافہ کر لے تو اچھا ہے ورنہ ہر ایام بیض (13.14.15 تاریخ) کے روزے رکھے اور یہ کم سے کم ہیں۔ اپنے تمام جوارح کو مخالفتِ شرع سے محفوظ رکھے۔ خاص طور پر آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے کہ آنکھ سے کسی ناجائز چیز کو نہ دیکھے اور زبان سے غیبت نہ کرے۔ بد نظری اور غیبت ان دونوں چیزوں میں لوگ زیادہ مبتلاء ہیں۔ راستے میں جب چل رہا ہو تو ذکر قلبی کرتا رہے۔ کوئی قدم غفلت کے ساتھ نہ اٹھائے۔ میں نے جتنی باتیں ذکر کی ہیں ان کو پورا کرنے پر وہی لوگ قادر ہوتے ہیں جو دنیا سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں (اور آخرت کا دھیان رکھتے ہیں)۔ انسان کو چاہیے کہ تضرع وزاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ان باتوں کو طلب کرے اور یہ بھی جان لے کہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی موجود ہیں جن کو ان باتوں پر عمل کرنا نصیب ہے ان کا نصب العین ایک ہی نصب العین ہے (اللہ کو راضی کرنا اور آخرت کی تیاری)۔

(ایضاً صفحہ نمبر30)

- ❖ اپنے ایک مرید کو نصیحت کرتے ہو فرماتے ہیں۔
- ❖ صحت ایمان کے ساتھ اپنے اوپر تین چیزیں لازم کر لے۔

- تقوی اللہ (دل سے کینہ، جھوٹ، تکبر، ریا، دکھاوٹ، بناوٹ، تصنع سے پاک صاف ہو جاتا ہے)
- زہد فی الدنیا (نفس غذا، لباس، اور مکان میں بقدرِ حاجات سے زائد مطالبے کو ساقط کر دے)
- دوام عمل (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کبھی قلب اور جوارح دونوں سے اور کبھی فقط قلب سے) (ایضاً صفحہ نمبر 31)
- میں اپنے دینی بھائیوں کو ہمیشہ طہارت پر رہنے کا حکم دیتا ہوں۔۔۔وضو مومن کا ہتھیار ہے (ایضاً صفحہ نمبر 32)
- میں وصیت کرتا ہوں کہ کسی مسلمان کا ذکر ہو تو خیر کے ساتھ ہو۔۔۔ (ایضاً صفحہ نمبر 33)
- ریاست وامارت کو طلب نہ کرنا اس لئے کہ جو ریاست و امارت کو پسند کرتا ہے وہ کبھی فلاح یاب نہ ہو گا (ایضاً صفحہ نمبر 35)
- اللہ کی تمام مخلوق کو نظر رحمت سے دیکھ (ایضاً صفحہ نمبر 35)
- ۔۔۔ تیرا عمل خالص، تیری آنکھ رونے والی، تیری دعا جد وجہد و سعی عمل ہو، تیرے کپڑے پرانے، تیرے رفقا فقراء ہوں، تیرا گھر مسجد، تیرا مال فقہ، تیری زینت زہد، تیرا مونس کریم ہو، (ایضاً صفحہ نمبر 37)
- کسی سے بھائی چارہ اور دوستانہ اس وقت تک نہ کرنا جب تک اس میں پانچ خصلتوں کو نہ پالے۔
- وہ مال داری کے مقابلہ میں فقر کو مقدم رکھنے والا ہو۔
- جہالت کے مقابلہ میں علم کو اختیار کرنے والا ہو۔

- ❖ علم کے مقابلہ میں عمل کو زیادہ پسند کرنے والا ہو
- ❖ دنیا پر آخرت کو فوقیت دینے والا ہو۔
- ❖ اللہ کے راستے کی ذلت کو دنیاوی عزت پر ترجیح دینے والا ہو۔(ایضاً صفحہ نمبر37)
- ❖ مینے کوئی شئے عمر اور دنیا سے زیادہ جلد زوال پذیر ہونے والی نہیں دیکھی۔۔۔۔ مینے قناعت کے اندر دنیا و آخرت کی بھلائی اور طمع کے اندر تمام جہاں کی برائی دیکھی۔ مینے سب سے زیادہ نقصان والا اس شخص کو دیکھا جو اپنے اوقات کو لیت و لعل میں گزارتا ہے۔ مینے سب سے اچھی زینت تواضع کو پایا، اور سب سے بری چیز بخل کو پایا۔ مینے وہ چیز جو جامع شر ہو حسد کا پایا اور کسی شخص کے سامنے دست سوال دراز کرنے میں ذلت کی موت پائی۔ مجھے حیات ابدی سوال سے بچنے اور اپنے حالات پوشیدہ رکھنے میں نظر آئی(ایضاً صفحہ نمبر39)
- ❖ ذلت اور خواری میں نے ان لوگوں میں مشاہدہ کی جو طاعت مخلوق میں اپنی زندگی گزارتے ہیں اور عزت و شرف ان لوگوں میں دیکھا جو طاعت خالق میں مصروف ہیں(ایضاً صفحہ نمبر40)
- ❖ تیرا زادراہ تقویٰ ہو۔۔۔ تیری مجلس مسجد ہو۔۔۔ تیری محافظ حیا ہو۔ تیری عادت حسن خلق ہو۔ تیری معلم قناعت ہو۔ تیرا ہتھیار وضو ہو۔ تیری سواری پرہیز گاری ہو۔ تیرا دشمن شیطان ہو۔ تیرا عدو نفس ہو۔ دنیا تیرے نزدیک ایک قید خانہ ہو اور خواہش نفس تیری نظر میں دروغہ جیل ہو۔ تیرا قلعہ دین ہو۔ تیری محبوب کتاب اللہ ہو۔ تیری انیس سنت رسول ہو۔ تیرا مشغلہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجنا۔۔۔۔۔۔۔ تو نفس کے منہ میں تقویٰ کی لگام

دے اور اس کو تواضع اور انکساری کی زنجیروں میں جکڑ دے۔۔۔۔عبادات کو اسکا داروغہ بنا دے (ایضاً صفحہ نمبر 41-40)

- شیخ کو چاہیے کہ وہ مریدوں کے ساتھ ایسا ناصحانہ اور محبت بھرا کلام کرے جیسا ایک شفیق باپ اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے جو اس کرے دین و دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے ہوتی ہے۔
(عوارف المعارف باب 52)
- شکم پری نفس کی ایسی نہر ہے جس سے شیطان کا گزر ہوتا ہے اور بھوک ایسی نہر ہے جس پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔(عوارف المعارف باب 39)
- جو شخص کھانے پینے میں فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے اس کو بہت جلد آخرت سے پہلے ہی دنیا میں ذلت و خواری اٹھانا پڑتی ہے (عوارف المعارف باب 39)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت پر حاضر ہوئے تو پردہ غیب سے آواز سنائی دی کہ۔

معین الدین تمہیں ہندوستان کی ولایت دی جاتی ہے

(سیرت الاقطاب بحوالہ تصوف روحانی سائنس صفحہ 140)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

حضرت مسیح موعودؑ نے کتاب البریہ صفحہ نمبر71 روحانی خزائن جلد13 صفحہ 92 میں بزرگان امت کے باخدا لوگوں میں آپ کا ذکر بھی فرمایا ہے

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

مجاہدات عجیب اکسیر ہیں۔ سید عبد القادرؒ نے کیسے کیسے مجاہدات کئے۔ ہندوستان میں جو اکابر گزرے ہیں جیسے معین الدین چشتی اور فرید الدینؒ ان کے حالات پڑھو تو معلوم ہو کہ کیسے کیسے مجاہدات ان کو کرنے پڑے ہیں۔ مجاہدہ کے بغیر حقیقت کھلتی نہیں

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 242)

نیز فرمایا۔

اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہ کی۔ہندوستان میں قطب الدینؒ اور معین الدینؒ خدا کے اولیاء گزرے ہیں ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 248.249)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں۔

جس طرح یہ جسمانی آسمان دنیا کی خدمت میں لگا ہوا ہے اسی طرح وروحانی آسمان دنیا کی روحانی خدمت میں لگا رہے گا۔اور لوگ اسکی مدد سے بلند سے بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے ایک ادنیٰ خادم حضرت معین الدین صاحب چشتی ؒ نے فرمایا کہ

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد

من نمیگویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

یعنی جبرائیل ہر گھڑی معین الدین چشتی کے کان میں بول رہا ہے۔پس گو میں منہ سے نہیں کہتا مگر واقعہ یہی ہے کہ میں عیسی کا نظیر ہو گیا ہوں۔حضرت عیسی نے تو پادری اور پوپ پیدا کئے جن میں ہزاروں عیوب پائے جاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت معین الدین چشتی صاحب جیسے وجود پیدا کئے یعنی خود عیسیٰ پیدا کئے۔

(تفسیر کبیر جلد 5 صفحہ 403)

اسی طرح حضرت مصلح موعود اپنی کتاب تحفۃ الملوک صفحہ 58.59 ایڈیشن اول میں فرماتے ہیں

جس طرح فقہ کے چار امام ہیں۔ اسی طرح روحانی علوم کے بھی چار امام ہیں ان میں سے ایک حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں۔

زمانی حالات

چھٹی صدی ہجری کا درمیانی عرصہ اپنے دامن میں طرح طرح کی وحشت وبربریت، جدال و قتال اور سیاسی انتشار کو سمیٹے ہوئے تھا یہ سارا عالم اسلام کے لئے پر آشوب زمانہ تھا۔ مسلمانوں پر ہر طرف مصائب کی گھٹائیں چھائی ہوئیں تھیں ہندوستان میں محمود غزنوی کا اقتدار آخری ہچکیاں لے رہ اتھا ۔خراسان و سیستان میں بھی ہر طرف افراتفری پھیلی ہوئی تھی خاندان سلجوقیہ کا آخری تاجداد تھا اور تاتاری فتنہ اس کی حکومت کو خونی دریا میں غرق کر دینے کے لئے بلکل تیار تھا اور پھر حاکم سیستان تاتاریوں سے لڑتا ہوا مارا گیا اور سیستان میں خون کا دریا بہت نکا اور شہر خراسان میں ظلم وبربریت کے پہاڑ توڑ دئے۔ اور اندرونی حالات کی یہ کیفیت تھی کہ مسلمانوں کی اکثریت فسق وفجور میں مبتلاء تھی

نام ونسب اور ولادت

اسی سیستان کے قصبہ سنجر میں ایک نہایت زاہد وعابد شخص سید غیاث الدین حسن کے ہاں ایک بیٹے کی والدت ہوئی یہ تھے حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت خواجہ صاحب کی ولادت کے متعلق دو روایات ہیں اول یہ کہ آپ 530ھ میں پیدا ہوئے دوسری یہ کہ آپ 14 رجب 535ھ / 1339ء (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام جلد 6 صفحہ 164) ہوئی اور اسی نسبت سے آپ سنجری بھی مشہور ہوئے۔ قدیم جغرافیہ نویس سجستان کو خراسان کا حصہ مانتے ہیں۔ اس وقت اس علاقہ کا کچھ حصہ ایران میں اور کچھ

افغانستان میں ہے۔۔ آپ کے والد محترم کا نام سید غیاث الدین حسن اور والدہ کا نام ام الورع عرف ماہ نور بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کے والد صاحب ثروت اور خوشحال تھے۔ علم کے زیور اور اخلاق فاضلہ کی دولت سے بھی آراستہ تھے۔ سیر سیاحت کے شوقین تھے اور اکثر نیشاپور، بغداد اور اصفہان وغیرہ کا سفر کیا کرتے تھے۔ آپ کا نسب نامہ والد کی طرف سے حضرت امام حسین بن علیؓ سے ملتا ہے۔ اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسن بن علی سے یعنی آپ حسنی و حسینی سید ہیں۔

حالات زندگی۔

خواجہ صاحب کی ابتدائی نشوونما خراسان میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم نے آپکی تعلیم کا سلسلہ چھ برس کی عمر میں ہی شروع کروادیا تھا گیارہ سال کی عمر میں آپ نیشاپور چلے گئے اس دور میں نیشاپور کی درس گاہیں صاحبان علم کے نزدیک بلند مقام رکھتی تھیں۔ آپ نے وہاں پر پانچ سال تحصیل علم کی توفیق پائی اور 1155ء میں یہاں پر غزنویوں نے قتل وغارت کا بازار گرم کردیا اور اور درس گاہیں تباہ کردیں تو آپ واپس سنجر آگئے۔

سجستان میں دشمن کے حملوں سے حالات ابتر ہونے کی وجہ سے آپ کے والد آپ کو لیکر خراسان چلے گئے اس وقت آپ کی عمر 12 سال تھی پندرہ یا سولہ سال کی زندگی میں آپکے والد محترم اکا انتقال ہوگیا۔ اس صدمہ کو آپ نے کمال صبر سے برداشت کیا اور چند ہی دن کے بعد آپ کی بزرگ والدہ کا انتقال ہو گیا آپ کے والد اور والدہ نہات مہربان اور خدا رسیدہ تھے اسکے بعد بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ان دونوں واقعات کے صدمہ کی وجہ سے نہایت خاموش رہنے لگے تھے ارو غور و فکر میں منہمک رہنے لگے تھے اور

دونوں حادثات کی وجہ سے آپ کی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا مگر آپ نے مذہبی اور روحانی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ کی اور آپ خراسان سے ہجرت کے بعد سمرقند اور پھر بخارا چلے گئے۔

واقعات زندگی

آپ کے والد کی وفات آپ کے لئے نہایت اندوہناک واقعہ تھا جس کے بعد تمام تر ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آگئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے والد نے ورثہ میں ایک چکی اور ایک باغ چھوڑا جس کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ تھی ایک بار آپ باغ کی دیکھ بھال میں مشغول تھے اور ایک مجذوب بنام ابراھیم قندوری وہاں سے وارد ہوئے اور آپ نے ان کی تازہ انگوروں سے تواضع کی اور آپ کے اس عمل کو دیکھ کر مجذوب بہت متاثر ہوا اور اس نے خشک روٹی کا ٹکڑا چبا کر بطور تبرک معین الدین کو بھی دیا جس کو کھانے کے کچھ دیر بعد آپ کو نیند آگئی جب آپ بیدار ہوئے تو وہ مجذوب وہاں سے جا چکا تھا تاہم آپ اطمنان محسوس کر رہے تھے۔

کچھ دیر بعد آپ نے اپنی اور مجذوب کی حالت پر غور کرنا شروع کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک طرف ہماری زندگی ہے کہ رات دن اپنی ذات کی خاطر محنت و مشقت کرتے ہیں۔ ہر آن ایک فکر دامن گیر ہے اور وہ ایک مجذوب کہ نہ اسے کوئی فکر نہ خوف کہ کل کہاں سے کھائیں گے وہ صرف دوسروں کی خاطر زندہ ہے۔ اللہ کی عبادت میں مشغول اور اسی کے آستانہ پر مست پڑا ہے دوسروں کی خدمت کرنا اور انہیں نیکی کا رستہ بتانا اس کا شیوہ ہے اور اللہ تعالیٰ غیب سے اس کے سب کام بنا رہا ہے اور ضرورتیں

پوری کر رہاہے چنانچہ خواجہ صاحب نے باغ اور باغیچہ فروخت کر دیااور ایک نئ منزل کی تلاش میں نکل پڑے۔

نیشاپور، سے ہوتے ہوئے سمر قند پہنچے وہاں سے بخارا میں مولنا جام الدین بخاریؒ، مولانا شرف الدین شر الاسلام جیسے بزرگوں سے اکتساب علم کے بعد پھر بغداد میں سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ حرمین شریف روانہ ہو گئے وہاں سے ہرون گئے اور ہرون میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت سلسلہ کی آپ بیس سال تک متواتر حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں رہے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا سلسلہ حضرت اسحاق شاہ چشتی سے حضرت ابراھیم ادھم تک پہنچتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے تفسیر، حدیث، فقہ، عربی ادب، علم الکلام، اور منطق وغیرہ سبھی حاصل کئے حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ آپ علمائے دین کی صف میں بھی شامل ہونے لگے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے خواجہ عثمان ہارونی کی نیکی اور پارسائی اور تقویٰ وطہارت سے متاثر ہو کر آپ سے عہد بیعت باندھا اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی پر بھی آپکا مرتبہ اور نیکی وطہارت ظاہر ہو گئی اور انہوں نے بھی آپ کو اپنا مرید خاص بنالیا اور یہ مبارک صحبت بیس بائیس سال قائم رہی خواجہ عثمان ہارونی نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو اپنی خاص تربیت میں رکھا ان کو قرب حاصل کرنے کے طریق اور برے خیالات سے بچنے اور غیر مسلموں اور مشرکوں میں دعوت الیٰ اللہ کے گر بتائے جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ مرید دنیا میں اصلاح کا کام کر سکتا ہے تو انہوں نے حکم دیا کہ اب جاؤ دنیا میں توحید کا پرچار کرو۔

آپ نے اپنے پیر و مرشد کی ہدایت پہ عمل کرتے ہوئے مختلف علاقوں کے سفر کئے اور صوفیائے وقت سے اور بزرگان امت سے فیض حاصل کرتے ہوئے۔مکہ ، مدینہ ، بغداد ، بصرہ ، ہمدان اور سمرقند جیسے مقامات کے سفر کئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد واپس حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے پاس ملنے جایا کرتے تھے حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے آخری زمانہ میں گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی تھی مگر صرف حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو ملاقات کی اجازت تھی۔ اسی دوران جب انہیں یہ احساس ہوا کہ آخری وقت قریب ہے توروایت کے مطابق خواجہ معین الدین کو بلا کر فرمایا کہ۔

اے معین الدین میں تمہارے حال کو کمال کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ تم اپنی ذمہ داری محسوس کرنا۔ ایسانہ ہو کہ قیامت کے دن شرمندگی ہو۔

اس ارشاد کے بعد خواجہ عثمان ہارونی صاحب نے آپ کو ایک عصا، ایک خرقہ ، نعلین اور ایک مصلیٰ عنایت فرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

یہ بزرگوں کی چیزیں ہیں جو ہم تک پہنچی تھیں۔ ہم انہیں تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اب انکی حفاظت کرنا تمہاراکام ہے جس مرد خدا کو ان کا اصل سمجھنااس کے سپرد کر دینا۔

روایات کے مطابق یہ ارشاد فرما کر آپ نے حضرت خواجہ معین الدین صاحب کو گلے لگایااور فرمایاجاؤ ہم نے تمہیں خدا کے سپرد کیا۔

برصغیر آمد

روایت ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے ملاقات کے بعد آپ مکرمہ مکرمہ حج کے لئے جانے کی سعادت ملی۔حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت پر حاضر ہوئے تو پردہ غیب سے آواز سنائی دی کہ۔

معین الدین تمہیں ہندوستان کی ولایت دی جاتی ہے

(سیرت الاقطاب بحوالہ تصوف روحانی سائنس صفحہ 140)

حج سے واپسی پر اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کیالائے ہو اور کیا حکم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ارشاد ملا ہے کہ ہندوستان کی والایت دی جاتی ہے۔اس پر مرشد بہت خوش ہوئے اور مبارک باد عرض کی۔

حضرت خواجہ معین الدین صاحب نے ہرون سے ہندوستان کے لئے رخت سفر باندھا اور اللہ پر توکل کرتے ہوئے روانہ ہو گئے۔راستہ میں اولیاء کے مزارات پر چلا کشی کی،غزنی،لاہور،ملتان سے ہوتے ہوئے ہندوستان کا عمومی جائزہ لیا اور لاہور سے دہلی تشریف لے گئے دہلی میں مختصر قیام کے بعد اجمیر چلے گئے۔ہندوستان پر ان دنوں پرتھوی راج یاراجہ رائے پتھورا کی حکومت تھی آپ نے چند ہی دنوں میں شہرت حاصل کرلی غیر مسلم حکمرانوں کو بغاوت کا اندیشہ ہوا جب تحقیق کروائی تو پتہ چلا کہ لوگ پر امن ہیں اور صرف مذہب کی وجہ سے خواجہ صاحب سے وابستگی ہے تو حکمران مزید کاروائی سے باز رہے ۔شہاب الدین غوری نے جب دہلی فتح کیا تو دہلی سے ہوتا ہوا اجمیر میں آپ کے پاس حاضری دی اور دعا کی درخواست بھی کی۔ آپ ظاہری اور باطنی تعلیم کی تکمیل نیشاپور، سمرقند بخارا، بغداد اور غزنی ہوتے

ہوئے لاہور وارد ہوئے۔ مزار داتا گنج بخش پر چلہ کشی کی اور لاہور سے ہوتے ہوئے 561ھ / 1165ء کو اجمیر پہنچے اور یہیں کے ہو کر رہے۔

جس زمانہ میں آپ ہندوستان تشریف لائے ہندوستان پر کفر و شرک کا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ خدا کی بے شمار مخلوق جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی۔ درخت پتھر بندر بیل گائے، دریا سب کی پرستش ہو رہی تھی ملک راجاؤں میں بٹا ہوا تھا مندر بدکاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ ذات پات کی تقسیم تھی راجا عوام پر مظالم کرتے اور عوام مظالم کی چکی میں پستی تھی انسانیت کے ساتھ انتہائی تحقیر آمیز سلوک کیا جارہا تھا اس ظلمت کی سیاہ رات میں آپ ہندوستان وارد ہوئے اور اپنے شاگرد قطب الدین بختیار کاکی کو علوم روحانی سے آراستہ کیا اور دہلی میں ٹھہرایا اور خود اجمیر تشریف لے گئے۔ اور پھر ہندوستان میں چھوت چھات، ذات پات، کی تمیز کو آپ نے توحید کی طاقت سے پاش پاش کر دیا اور وہ دنیا آپ آپ کے قدموں سے لپٹ کر ایمان کی بھیک مانگنے لگی اور پھر یہ روشنی ساری ہندوستان میں پھیلتی چلی گئی۔ اور آپ کے عملی نمونہ کو دیکھ دیکھ کر لاکھوں ہندو حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور نبی کریم ﷺ کا دین کی تجدید کا اہم کام آپ نے سرانجام دیا جس کی وجہ سے آپ کا شمار ساتویں صدی کے مجدد کے طور پر ہونے لگا۔

سلسلہ چشتیہ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی

سلسلہ چشتیہ عرف عام میں خواجہ معین اجمیری سے منسوب ہے۔ چشت خراسان کے ایک شہر کا نام ہے۔ پہلے بزرگ جن کے نام کے ساتھ چشتی نسبت ملتی ہے وہ ابو اسحق شامی (339ھ / 940ء) ہیں کہا جاتا ہے کہ چشتی سلسلہ کے حقیقی بانی وہی ہیں۔ برصغیر میں طریقہ چشتیہ کی اشاعت حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے زریعہ سے ہوئی اسی نسبت سے آپ سلسلہ چشتیہ کے بانی بھی قرار پائے اور چونکہ آپ

بھی چشت کے رہنے والے تھے اسی لئے آپ چشتی بھی مشہور ہوئے اور یہ طریقہ تصوف چشتی مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ کو 12 صدی میں ہندوستان لائے۔ اور انہوں نے اجمیر میں سلسلہ چشتیہ کا مرکز قائم فرمادیا جہاں سے یہ سلسلہ اکناف عالم میں پھیلتا چلا گیا اور مسلمانان برصغیر کی روحانی زندگیوں میں سرچشمہ قوت بن گیا۔ ہندو لوگ اپنے معبدوں میں بھجن گا کر عبادت کرتے تھے خواجہ معین الدین چشتی سے اس مقامی کلچر کو بھی مشرف با اسلام کرنے کی کوشش کی اور لوگوں میں توحید کے نغمے گاسنانے کا آغاز کیا یعنی قوالی کا آغاز کیا

القابات

آپ یوں تو بہت سارے القابات سے جانے جاتے ہیں مگر ان میں سے تین القابات زبان زدعام ہیں چشتی، اجمیری اور غریب نواز حضرت خواجہ صاحب کو چشتی اور اجمیری کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپکو چشتی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کے آباءواجداد میں سے ایک بزرگ ابو اسحاق شامی حسنی خراسان میں حرات کے قریب واقعہ ایک قصبہ چشت میں پیدا ہوئے اس وجہ سے آپ چشتی مشہور ہو گئے۔

اور اجمیری آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے ہندوستان میں میں آکر جس جگہ مستقل سکونت اختیار کی اور انوار اسلام پھیلا یا وہ جگہ اجمیر کے نام سے مشہور تھی اس لئے آپ کے نام کے ساتھ اجمیری کے لقب کا بھی اضافہ ہو گیا اور آپ کو پورا نام خواجہ معین الدین چشتی اجمیری مشہور ہو گیا۔

غریب نواز آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ خواجہ صاحب بڑے صاحب دل، نہایت درد مند اور لوگوں کے جذبات کو سمجھنے والے اور ان کا خیال رکھنے والے تھے اور انسانیت کے علمبر دار تھے ان کے نزدیک مذہب خدمت خلق کا دوسرا نام ہے۔سب سے اعلیٰ (طاعت) کی شکل ان کے نزدیک یہ تھیکہ مصیبت ززہ لوگوں کے دکھوں کو دور کیا جائے بے یارو مدد گار لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے اور بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے یوں آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی آپ کا آستانہ غرباء کا مسکن ہے اور جائے پناہ ہے اس لئے آپ کو غریب نواز یعنی غرباء کو نوازنے والا بھی کہا جاتا ہے

طریق دعوت الیٰ اللہ۔

آپ کا طریق تھا کہ آپ کو جس کو تبلیغ کرنا ہوتی اس کے حالات کا جائزہ لیتے اور اسکی لیاقت اور خیالات کو مد نظر رکھتے ہوئے دعوت الی اللہ کرتے۔۔خدا پر یقین، انسانیت کی خدمت، خدا کی مخلوق کی ہمدردی اس سے محبت، عفو ودرگزر کا جذبہ، ظلم وفساد سے گریز جیسے بنیادی اخلاق کی تعلیم دیتے۔اسلامی تعلیمات میں سے توحید، رسالت، اسلامی اخوت، مساوات وغیرہ سے روشناس کرواتے۔

آپ کے نمونے اور طریق دعوت سے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے اور ان ہونے والے مسلمانوں میں سے صوفیا کی ایسی جماعتیں تیار ہوئیں کہ جنہوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کی۔

آپ کی طرف بہت ساری کرامات منسوب کی جاتی ہیں مگر آپ کی سب سے بڑی اور زندہ کرامت یہ ہے کہ آپ نے شرک اور کفر کے گڑھ میں اپنے اعلیٰ اخلاق، بلند کردار اور اسلامی شعار کے عملی نمونہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے توحید کا علم بلند کیا۔

وفات

ایک روایت کے مطابق 6 رجب 661ھ میں 97 سال کی عمر میں اور دوسری روایت کے مطابق 633 میں 103 کی عمر میں آپکی وفات اجمیر میں ہوئی جس حجرہ میں آپکی وفات ہوئی اسی حجرہ میں آپکی تدفین ہوئی۔ سلطان محمود خلجی نے روضہ کے قریب ایک مسجد بنائی جو اب صندل خانہ کے نام سے معروف ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کو ہندوستان کے علاقہ میں دین اسلام کی اشاعت و مسلمانوں کی تربیت کی غیر معمولی توفیق ملی۔ آپکا مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوں بھی احترام کرتے ہیں۔

ہندوستان میں برطانوی حکومت کے ایک وائسرائے لارڈ کرزن کہا کرتے تھے میں نے اپنی زندگی میں میں دو بزرگ ایسے دیکھے ہیں جو اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اسی طرح حکومت کر رہے ہیں۔ گویا بنفس نفیس ان کے درمیان موجود ہیں ان میں ایک خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور دوسرے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر۔ (بحوالہ انسائیکلوپیڈیا اولیاء کرام جلد 6 صفحہ 166)

کتب اور شاگرد

آپ نے علوم و معارف سے بھرپور چند کتابیں یادگار چھوڑیں۔

انیس الارواح: یہ آپ کے پیر مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو خواجہ صاحب نے جمع کیا اور ترتیب دیا تھا یہ فارسی میں ہے اور اسکا اردو ترجمہ بھی میسر ہے

گنج اسرار: یہ کتاب خواجہ عثمان ہارونی کی ہدایت پر سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم و تربیت کے لئے خواجہ صاحب نے لکھی تھی۔اس کا اردو ترجمہ مخزن الانوار کے نام سے چھپ چکا ہے۔

حدیث المعارف، رسالہ وجودیہ رسالہ در کسب نفس

دلیل العارفین جو جہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ملفوظات ہیں اور ان کو حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے جمع کیا ہے

دیوان معین یہ فارسی دیوان حضرت خواجہ صاحب سے منسوب ہے یہ 131 غزلوں پر مشتمل ہے اس کی ایک مشہور رباعی زبان ذدِعام ہے۔

شاہ است حسین و بادشاہ است حسین دیں است حسین و دیں پناہ است حسین سر داد نہ داد دست در دست یزید حق کہ بنائے لا الہ است حسین	حسینؓ شاہ اور بادشاہ ہیں آپ دین اور دین کی پناہ ہیں آپ نے سر دے دیا مگر یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا یہ ہے کہ توحید باری کی بنیاد حسینؓ ہیں

آپ نے بہت سے شاگرد پیدا کئے جن کو آپ نے اصلاح خلق اور دعوت الیٰ اللہ کے لئے ہندستان کے کونے کونے میں بھجوایا جنہوں نے ہندوستان کے طول و عرض کو اسلام کے نور سے منور کیا تاہم ان شاگردوں میں مشہور نام خضرت قطب الدین بختیار کاکی کا ہے جو حضرت خواجہ معین الدین کے ہمعصر بھی تھے اور روحانی اعتبار سے آپ کے شاگرد بھی تھے۔

ایک مرتبہ آپ دہلی تشریف لے گئے چونکی حضرت قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں مقیم تھے اور دہلی والوں کو آپ سے بے پناہ عقیدت بھی تھی جب ان کو پتہ چلا کہ ہمارے پیرو مرشد کے پیرو مرشد دہلی تشریف لارہے ہیں تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لئے لمبی لمبی لائینیں بنالیں دہلی میں حضرت فرید الدین گنج شکر بھی موجود تھے ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہرونی سے کچھ تبرکات ملے تھے اور ساتھ پیرو رشد نے نصیحت کی تھی کہ ان کی حفاظت کرتے رہنا جب ان کا کسی کو اہل جانوں تو ان کے سپرد کر دینا چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی کو ان تبرکات کا اہل سمجھتے ہوئے ان تبرکات کو ان کے سپرف کر دیا۔

سیرت و کردار

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ جہاں جب الٰہی میں گرفتار تھے وہیں آپ حب رسول سے بھی سرشار تھے جب رسول کریم ﷺ کا ذکر کرتے تو بڑے والہانہ انداز میں کرتے اور اکثر حدیث نبوی ﷺ پڑھ کر رونے لگتے تھے دلیل العارفین میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ " افسوس ہے اس شکس پر جو قیمت کے دن آپ سے شرمندہ ہو گا۔ اس کا ٹھکانا کہاں ہو گا جو آپ سے شرمسار ہو گا وہ کہاں جائے گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ یکایک ہائے ہائے کر کے رونے لگے۔

(دلیل العارفین مجلس دوم)

آپ رات کو بہت کم سوتے تھے دن رات کلام پاک کی تلاوت کرتے۔کلام پاک کے احترام کی طرف بہت توجہ دلایا کرتے تھے اور احترام کلام پاک کو عبادت قرار دیا کرتے تھے آپ نے اس سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ۔ محمود غزنوی کو انہوں نے خواب میں ایک بار دیکھا تو پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔انہوں نے جواب دیا کہ ایک قصبہ میں میں ایک رات مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا وہاں طاق میں قرآن کریم کا ایک ورق رکھا ہوا تھا مینے اس کا دل سے بڑا احترام کیا اور اسی ادب کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

آپ میں عفو و حلم بہت زیادہ تھا ایک مرتبہ ایک بد بخت دشمن کا آلہ کار بن کر آپ کے قتل کے ارادہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ شخص جب قریب آیا تو آپ نے بہت اخلاق اور نرمی سے فرمایا کہ تم جس کام کے لئے آئے ہو وہ شروع کر و یہ سننے کی دیر تھی کہ وہ شخص کانپنے لگا اور اور چھری بغل سے نکال کر پھینک دی اور قدموں میں گر گیا اور کہنے لگا میں کسی کے بہکاوے میں آ گیا تھا مجھے سخت سے سخت سزا دیں بلکہ مجھے قتل کر دیجئے لیکن آپ نے اسے اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے میرے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے اگر تم کچھ بدی کرتے تو درویشی کا تقاضہ تھا کہ میں تمہارے ساتھ نیکی کرتا مین سے تمہیں معاف کیا اور پھر اس کے لئے خدا سے دعا کی۔وہ شخص بہت متاثر ہوا اور ان سے بیعت ہو کر ہمیشہ کے لئے ان کا خدمت گار بن گیا۔کئی بار حج کی توفیق پائی اور وہیں پر وفات پائی۔

فیاضی و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ سیر الاقطاب نے لکھا ہے کہ آپ کے باورچی خانہ میں اتنا کھانا پکتا تھا کہ تمام غرباء و مساکین سیر ہو کر کھاتے تھے آپ کے جس مرید کے سپرد لنگر کا انتظام ہوتا تھا وہ صبح آپ کے پاس حاضر ہوتا تو آپ مصلیٰ کا ایک کونہ اٹھاتے اور فرماتے جتنی ضرورت ہے لے لو وہ ضرورت کے مطابق اٹھا لیتا جس سے لنگر کا انتظام چلتا رہتا تھا۔

آپ ہمسایوں کے حقوق کا بھی بہت خیال رکھتے تھے اگر کوئی مر تا تو آپ اس کے جنازہ کے ہمراہ قبرستان جاتے اور تدفین کے بعد تھوڑی دیر رہیں تشریف رکھتے اور اس شخص کے لئے دعا کرتے تھے۔

آپ کا خدا سے تعلق اس قدر پختہ تھا کہ ایک بار ایک جنازہ کے ساتھ گئے آپ کے ساتھ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی تھے جب تمام لوگ لوٹ چکے تو آپ وہیں پر کھڑے رہے اور آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہشاش بشاش ہو گئے اور الحمدللہ فرمایا۔ مینے پوچھا تو فرمایا کہ قبر میں عذاب کے فرشتے آئے تھے لیکن پھر رحمت نازل ہوئی۔

خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ قبر کا جب بھی ذکر ہوتا تو چیخیں مار مار کر رونے لگتے تھے

لباس بہت معمولی زیب تن فرمایا کرتے تھے روزے رکھتے تھے اور کھانا انتہائی قلیل کھاتے تھے۔

آپ مظلوموں کے حامی و مددگار تھے۔ آپ کے دور میں حکمران طاقت کے نشے میں چور ہوتے تھے اور مظلوموں کی کہیں بھی دار رسی نہ ہوتی تھی۔ مگر آپ کے پاس جب بھی کوئی مظلوم آتا تو آپ اسکی حتی المقدور دار رسی فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک کاشت کار نے آپ کو شکایت کی کہ میری فلاں حاکم نے زمین پر قبضہ کر لیا ہے اگر آپ شاہ التمش سے میری سفارش کر دیں تو میری زمین واپس مل سکتی ہے آپ اس کے ہمراہ اجمیر سے دہلی شاہ التمش کے دربار میں گئے اور شاہ التمش کو فرمایا کہ اسکی زمین اسکو واپس دلوائی جائے شاہ التمش نے آپکی بہت عزت و توقیر کی اور آپکی سفارش منظور کر لی اس واقعہ سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کے دل میں خدمت خلق کا کسقدر جذبہ تھا۔

اقوال زریں۔

- جس نے اللہ کو پہچان لیا ہے۔ وہ کبھی سوال یا خواہش یا آرزو نہیں کرتا۔
- اللہ تعالیٰ خیر مجسم ہے اور اس کی تقدیرات ہمہ خیر
- خدا اور انسان کے درمیان ایک ہی حجاب حائل ہے جس کا نام نفس ہے
- حرص و ہوا کو ترک کرو۔ جس نے حرص و ہوا کو ترک کیا اس نے مقصود حاصل کر لیا۔
- جس نے اپنے نفس کو حرص و ہوا سے روکا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔
- اگر تم تصوف کی ماہیت سے واقف ہونا چاہتے ہو تو اپنے پر آسائش کا دروازہ بند کر دو
- مال اور مرتبہ دو بڑے بھاری بت ہیں۔ انہوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھی راہ سے گمراہ کیا ہے اور کر رہے ہیں۔
- دنیا کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے اور دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے
- جس نے اللہ سے ڈر کر نفس کو خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔
- روئے زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو
- جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے
- خود بین خدا بین نہیں ہو سکتا۔
- جس شخص میں تین باتیں ہوں تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے اول سمندر جیسی سخاوت دوم آفتاب جیسی شفقت سوم زمین جیسی تواضع۔
- پیشہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے لیکن جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ پیشہ کے زریعہ سے ہی روزی ملتی ہے تو وہ کافر ہے۔

- مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھتا ہے درویشی، بیماری اور موت۔
- حاجت مندوں کی مدد کرنے والا اللہ کا دوست ہے۔ اگر کوئی وظائف و اوراد میں مصروف ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو اسے چاہیے کہ اوراد و وظائف جو چھوڑ کر اسکی طرف توجہ کریں اور اپنی طاقت کے مطابق اس کی مدد کرے۔
- افضل ترین زہد موت کو یاد رکھنا ہے۔
- تین اشخاص بہشت کی بو تک نہ پائیں گے۔ ایک جھوٹ بولنے والا درویش دوسرا کنجوس، تیسرا خیانت کرنے والا سوداگر۔
- متوکل وہ شخص ہے کو نہ لوگوں سے مدد لیتا ہے اور نہ اس کو کسی سے شکایت ہوتی ہے۔
- آپ اہل طریقت کے لئے دس شرائط جو ضروری قرار دی ہیں۔
- طلب حق، طلب مرشد کامل، ادب، رضا، محبت اور ترک فضول، تقویٰ، استقامتِ شریعت، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کنارہ کشی، نماز اور روزہ
- آپ نے اہل حقیقت کے لئے دس چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے۔
- معرفت میں کامل اور اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ کسی کو ضرر نہ پہنچائے اور کسی کے بارے میں بری بات نہ سوچے۔ یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرے، لوگوں سے وہی بات کہے جس میں دنیا اور دین کا فائدہ، تواضع، گوشہ نشینی، ہر شخص کی عزت و احترام اور اپنے آپ کو سب لوگوں سے کم تر اور حقیر سمجھنا، رضا و تسلیم، رنج و مصیبت میں صبر و تحمل سے کام لینا، سوز و گداز اور عجز و نیاز، قناعت و توکل۔
- یقین محکم، اتحاد اور تنظیم کے اصولوں کو اپنا لیجئے آپ دنیا کے معتبر بن جائیں گے۔

- ❖ آزادی کا مطلب بے لگام ہو جانا نہیں یعنی جو رویہ چاہیں اختیار کریں بلکہ آزادی بھاری ذمہ داری ہے جسے سوچ سمجھ کر استعمال کرنا ہوتا ہے۔
- ❖ والدین کے چہروں پر محبت کی نظر کرنا بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہے۔
- ❖ نوجوان اگر اپنی قوتوں کو فضول کاموں میں ضائع کریں گے تو بعد میں ہمیشہ افسوس کریں گے۔
- ❖ اللہ تعالیٰ اسکو دوست رکھتا ہے جس کی سخاوت دریا کی طرح رواں دواں ہو۔

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ

آپ کے گھر میں فقر و فاقہ رہتا تھا جب آپکا وصال ہوا گھر میں
کفن کے لئے پیسہ نہ تھا مکان کا دروازہ توڑ کر اسکی اینٹیں
قبر پر لگائی گئیں۔

(فوائد الفوائد صفحہ 173 بحوالہ آئینہ تصوف صفحہ نمبر 62)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ

حضرت مسیح موعود قبولیت دعا کے سلسلہ میں بابا غلام فرید کے بارے میں فرماتے ہیں۔

پیدا ہوئی اور اس نے اپنے دل میں کہا کہ جب انہوں نے میرے لئے ایسی دعا کی ہے تو

" باوا غلام فرید ایک دفعہ بیمار ہوئے اور دعا کی مگر کچھ بھی فائدہ نظر نا آیا۔ تب آپ نے اپنے شاگرد کو جو نہایت ہی نیک مرد اور پارسا تھے (شاید شیخ نظام الدین یا خواجہ قطب الدین) دعا کے لئے فرمایا۔ انہوں نے بہت دعا کی مگر کچھ اثر نا پایا گیا۔ یہ دیکھ کر ایک رات انہون نے بہت دعا مانگی کہ اے میرے خدا۔ اس شاگرد کو وہ درجہ عطاء فرما کہ اس کی دعائیں قبولیت کا درجہ پائیں۔ اور صبح کے وقت ان کو کہا کہ آج ہم نے تمہارے لئے یہ دعا مانگی ہے۔ یہ سن کر شاگرد کے دل میں بیت ہی رقت آؤ پہلے انہیں سے شروع کرو۔ اور انہوں نے اس شور سے دعا مانگی کہ باوا غلام فرید کو شفاء ہو گئی "

(ملفوظات جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 182)

نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔

"باوا فرید صاحب کے تذکرے میں لکھا ہے کہ ایک شخص کا قبالہ گم ہو گیا۔ اور وہ دعا کے لئے آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے حلوہ کھلاؤ اور وہ قبالہ حلوائی کی دکان سے مل گیا ان باتوں کے بیان کرنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ جب تک دعا کرنے والے اور کرانے الے میں ایک تعلق نا ہو متاثر نہیں ہوتی۔ غرض جبتک اضطرار کی حالت پیدا نا ہو اور دعا کرنے والے کا تعلق دعا کروانے والے کا تعلق نہ ہو جائے کچھ اثر نہیں کرتی۔۔۔۔۔ میں کہتا ہوں خود دعا کرو یا دعا کراؤ پاکیزگی اور طہارت پیدا کرو۔ استقامت چاہو اور توبہ کے ساتھ گر جاؤ کیونکہ یہی استقامت ہے اس وقت دعا میں قبولیت، نماز میں لذت پیدا ہو گی"

(ملفوظات جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 39)

نیز آپ فرماتے ہیں کہ۔

جتنے بھی بزرگ اور اولیاء گزرے ہیں وہ سب مجاہدات اور ریاضیات میں اپنے اوقات گزارتے تھے۔ دیکھو باوا فرید صاحب اور جتنے بھی اولیاء اور ابدال گزرے ہیں یہ سب گروہ ایک وقت تک خاص ریاضات اور مجاہدات شاقہ کرنے کی وجہ سے ان مدارج پر پہنچے اور ان لوگوں نے بڑی سختی سے اور پورے طور پر اتباع سنت کی۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ نمبر 509)

نام و نسب اور ولادت

حضرت بابا فرید صاحب کا شجرہ نسب والد کی طرف سے سیدنا فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے آپ کے داداشعیب چنگیز خان کے حملہ کے دوران کابل سے ہجرت کے آئے قصور آئے تھے(اسلامی انسائیکلوپیڈیا صفحہ 1240 زیر لفظ فرید الدین گنج شکر) اپنے تین بیٹوں کے ہمراہ سامان لیکر شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ترک وطن کر کے ہندوستان آئے ۔ آپ کابل کے بادشاہ فرخ شاہ کے خاندان سے تھے آپ کے والد کا نام شیخ جمالدین سلمان ہے آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی قرسم خاتون تھا۔ پہلے لاہور میں قیام کیا پھر قصور اور پھر ملتان چلے گئے اور بلآخر موضع کھتووال میں مقیم ہوگئے آپ کی پیدائش موضع کھتوال ضلع ملتان جو اب ضلع وہاڑی میں شامل ہے۔ 575 ھ میں ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک 569ھ میں والدین نے نام مسعود رکھا۔ فرید الدین کہنے کی وجہ یہ بیان کیا جاتی ہے کہ یہ لقب آپکو فرید الدین عطار نے دیا تھا اور بعض کے نزدیک خدا تعالیٰ نے آپ کو فرید الدین کے لقب سے نوازہ ہے لیکن عام طور پر بابا یا باوا فرید گنج شکر کے لقب سے مشہور ہیں۔ شیریں بیانی، مسحور کن انداز گفتگو اور فصاحت سے لوگوں پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اسی وجہ سے آپکا لقب گنج شکر مشہور ہوا۔ ابھی آپ بچپن میں ہی تھے کے والد بزرگوار دار فانی سے کوچ کر گئے۔

حالات زندگی

بابا صاحب کی ابتدائی تعلیم وتربیت والدین کی نگرانی میں ہوئی آپ کی والدہ بھی انتہائی نیک پاک اور پارساخاتون تھیں۔ آپ نے 12 سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور عربی اور فارسی کے ساتھ ساتھ دینی کتب اور مزید تعلیم کے حصول کے لئے آپ 15 سال کی عمر میں ملتان چلے گئے جہاں آپ نے مولانا منہاج الدین سے فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھی اور دیگر علوم دینہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں

قندگار چلے گئے جہاں آپ نے پانچ سال قیام کیا اور علوم دینہ میں مزید پختگی حاصل کرنے کے بعد آپ دوبارہ ملتان تشریف لے آئے۔

واقعات زندگی

آپ ملتان میں ہی تھے کہ حضرت خواجہ بختیار کاکی دہلی جاتے ہوئے ملتان میں رکے تو بابا صاحب کو آپ کی زیارت نصیب ہوئی اور خواجہ صاحب سے مختصر گفتگو کے بعد آپ کو بیعت نصیب ہوئی۔ جب خواجہ صاحب دہلی روانہ ہو گئے تو بابا صاحب نے بھی دہلی جانے کی خواہش کا اظہار کیا مگر خواجہ صاحب نے اجازت نادی اور بڑے پیار سے فرمایا کہ "بیٹا اپنی تعلیم مکمل کر کے دہلی آجانا"۔

آپ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے فیض یافتہ تھے اور اور حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے مرید و خلیفہ تھے

سیاحت

آپ نے غزنی، بخارا، شام، سیستان، بدخشان۔ قندھار، اور بغداد کی سیاحت کی اور ان مقامات کے مشائخ و عظام سے ملاقاتیں کیئیں۔ جن میں شیخ شہاب الدین سہر وردی حضرت شیخ سیف الدین خضری حضرت سیخ سعید الدین جموئی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا، حضرت اوحد الدین کرمانی، حضرت شیخ فرید الدین عطار شیخ الاسلام اجل شیرازی، شیخ شہاب الدین زندہ بس علیھم الرحمہ کے علاوہ بھی بہت سے بزرگان کی صحبت سے فیض یاب ہوئے سے ہوئی

طویل سیاحت کے بعد جب وطن واپس لوٹے تو سیدھے دہلی میں اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ بختیار کا کی کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر ان کی ہدایت کے مطابق ریاضتوں اور مجاہدات میں لگ گئے۔

کچھ مدت بعد حضرت بختیار کا کی کے مرشد معین الدین چشتی اجمیری دہلی تشریف لائے اور بابا صاحب کی ریاضت و عبادت سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ دونوں بزرگوں نے بابا صاحب کو اپنی باطنی فیوض و برکات سے نوازہ۔ کہا جاتا ہے کہ۔

برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد معین الدین چشتی نے رکھی اور اسکی تجدید میں شیخ فرید الدین گنج شکر نے اہم کردار ادا کیا

(اسلامی انسائیکلو پیدیا صفحہ 1241 زیر لفظ فرید الدین گنج شکر)

ہانسی اور اجودھن

کچھ مدت دہلی میں قیام کے بعد آپ اپنے مرشد کی اجازت سے لیکر آپ ہانسی چلے گئے روانگی کے وقت حضرت خواجہ بختیار کا کی صاحب نے اپنا عصا اور اپنا جائے نماز ان کو عطاء کیا اور فرمایا۔" تم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے"۔ خواجہ صاحب کی وفات پر آپ دہلی گئے۔ آپ مرشد کی مسند کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے لیکن وہاں کی مصروفیات کی وجہ سے آُکی ریاضت و عبادت میں کمی آگئی تھی اس لئے آپ نے دہلی چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ دہلی سے آپ ہانسی چلے گئے مگر وہاں بھی آپکو سکون میسر نا آیا چنانچہ آپ نے گوشہ نشینی میں عبادت کرنے کے کے اجودھن کا انتخاب کی اور پھر تادم مرگ وہیں قیام کیا اجودھن آج پاکپتن کے نام سے مشہور ہے۔

باباجی نے اپنے زندگی کے آخری ایام پاک پتن میں گزارے آپ کے اثر صحبت سے نواحی علاقہ کے غیر مسلم جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ساندل بار کے متعدد جاٹ قبائل کا دعویٰ ہے کہ ان کے اجداد نے بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔۔آپکی شہرت ان کی زندگی میں ہی برصغیر پاک وہند سے باہر دور دور کے ملکوں میں پہنچی تھی چنانچہ مشہور مراکشی سیاح ابن بطوطہ جو شیخ صاحب کی وفات کے 65 سال بعد اجودھن آیا اپنے سفر نامے میں دو مقامات پر شیخ صاحب کا ذکر کرتا ہے۔۔۔(بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ جلد 15 صفحہ 341 زیر لفظ" فرید الدین گنج شکر")

باباجی کہ جب شہرت دور دور تک پھیل گئی تو لوگ دور دور سے آپکی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے لیکن یہاں کے حاکم اور لوگ آپ کو تنگ کرنے لگے اور اس کے علاوہ تنگ خیال مولوی صاحبان بھی آپ کے مخالف ہوگئے تھے اور وہاں کا قاضی بھی حاسد تھا الغرض تمام لوگوں نے باباجی کو تنگ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر ان تمام حالات کو باباجی نے کمال صبر کے ساتھ برداشت کیا۔مگر جب مخالفین اپنی کوششوں میں ناکام رہے تو انہوں نے باباجان کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا۔(اولیائے پاکستان صفحہ نمبر 301)

باباجان کے ساتھ سلطان بلبن کی خاص عقیدت تھی وہ کئی بار اجودھن آیا اور باباصاحب سے فیض حاصل کیا ایک مرتبہ وہ آیا اور اس نے عرض کی کہ بیگمات بھی آپ کی زیارت کی شدید خواہش مند ہیں اگر آپ زحمت فرما کر دہلی چلیں تو نوازش ہوگی باباجان کہیں جاتے نہ تھے مگر سلطان بلبن کی محبت کے باعث دہلی گئے باباجان کا سلطان بلبن کی طرف سے بھرپور استقبال کیا گیا اور کچھ دن وہاں قیام کیا اور قیام کے دوران

ہی سلطان بلبن نے اپنی بیٹی کا رشتہ باباجان کو قبول کرنے کی درخواست کی جسے باباصاحب نے قبول فرمالیا اور شہزادی سے شادی ہو گئی مگر اس شہزادی نے بھی شاہی زندگی طرق کر کے سادہ زندگی اختیار کر لی اس کے ہاں سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں باباجی کی تمام اولاد اسی زوجہ سے تھی اس کے علاوہ بھی باباجی نے دو شادیاں اور کی تھیں۔

گنج شکر کی وجہ تسمیہ:

آپ گنج شکر کے نام سے بھی معروف ہیں اس کی مختلف وجوہات مختلف کتب میں بیان ہوئی ہیں۔

ابھی آپ بچے ہی تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا والدہ محترمہ نے اپنے بچے کی تربیت کی۔ نماز کی پابندی کرانے کے لئے حضرت کی والدہ جانماز کے نیچے شکر کی پڑیاں رکھ دیا کرتی تھیں اور اپنے بچے مسعود سے فرمایا کرتی تھیں جو بچے نماز پڑھتے ہیں ان کی جائے نماز کے نیچے سے روزانہ ان کو شکر مل جاتی ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ والدی شکر کی پڑیاں رکھنا بھول گئیں اور انہوں نے گھبرا کر حضرت سے کہا مسعود تم نے نماز پڑھی یا نہیں حضرت نے جواب دیا ہاں اماں نماز پڑھ لی اور شکر کی پڑیاں بھی مل گئیں یہ جواب سن کر والدہ کو بہت تعجب ہوا اور وہ سمجھیں کہ اس بچے کی غیب سے مدد ہوتی ہے اور اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو شکر بار اور شکر گنج کہنا شروع کیا۔۔۔(ملخص از اولیائے پاکستان صفحہ نمبر 289)

سیر العارفین کے مؤلف کا بیان ہے کہ آپ اپنے مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکی سے تربیت حاصل کرنے کے دوران ایک مرتبہ ان کی خدمت میں جاتے ہوئے کیچڑ سے پھسل کر گر پڑے اور کچھ مٹی منہ میں چلی گئی اور قدرت خداوندی سے وہی مٹی شکر بن گئی آپ کے مرشد نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ اگر مٹی تمہارے منہ میں شکر بن گئی تو تم ہمیشہ شیریں رہو گے اس کے بعد گنج شکر مشہور ہو گئے۔

سیر الاقطاب میں لکھا ہے کہ ایک بار آپ نے متواتر روزے رکھے تھے اور افطاری کے وقت کوئی چیز نہ ملی اور اسی حالت میں سنگ ریزے منہ میں رکھ لئے تو وہ خدا کی قدرت سے شکر ہو گئے جب اس کی اطلاع حضرت خواجہ بختیار کاکی تک پہنچی تو آپ نے فرمایا فرید الدین گنج شکر ہے۔(ملخص از مجلس صوفیاء صفحہ نمبر,330))

ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایک سوداگر اونٹوں پر شکر لاد کر ملتان سے دہلی جارہا تھا جب وہ اجودھن پہنچا تو آپ نے شکر طلب کی اس سوداگر نے کہا کہ شکر نہیں نمک ہے آپ نے فرمایا نمک ہی ہو گا جب وہ سوداگر اپنے گھر پہنچا تو شکر کی بجائے نمک پا کر بہت پریشان ہوا اور واپس آپ کے پاس حاضر ہوا اور معافی کا خواستگار ہوا آپ نے فرمایا کہ اگر شکر تھی تو شکر ہو جائے گی وہ واپس آیا تو دیکھا کہ نمک کی بجائے شکر تھی۔(ملخص از، تذکرہ اولیائے سندھ صفحہ 257)

وفات اور اولاد۔

وصال سے قبل آپکی صحت کچھ خراب ہو گئی تھی آپ کو انتڑیوں کا مرض لاحق ہو گیا تھا(اولیائے پاکستان صفحہ 303)

5 محرم الحرام کی شب کو آپ پر مرض کی شدت طاری ہو گئی عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کے بعد بے ہوش ہو گئے پھر جب ہوش آیا تو پوچھا مینے نمازِ عشاء پڑھ لی ہے ؟ حاضرین نے کہا جی پڑھ لی ہے آپ نے فرمایا ایک مرتبہ پھر پڑھ لوں پھر نا جانے کیا ہو گا۔ پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو پوچھا مینے نماز عشاء پڑھ لی ہے ؟ حاضرین نے جواب دیا دو بار پڑھ لی ہے آپ نے فرمایا ایک مرتبہ پھر پڑھ لوں پھر نا جانے کیا ہو گا۔ غرض تیسری بار نماز پڑھنے کے بعد یا حی یا قیوم کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے 5 محرم

الحرام 670 ھ کو کوچ کر گئے آپ کا وصال پاک پتن میں ہوا اور پاکپتن میں ہر ماہ محرم کی پانچ تاریخ کو آپکا عرس منایا جاتا ہے۔ آپ نے چار شادیاں کئیں جن سے خدا تعالیٰ نے آپ کو پانچ لڑکوں اور تین لڑکیوں سے نوازہ۔ پہلی شادی سلطان غیاث الدین بلبن کی بیٹی سے ہوئی آپ کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے بدر الدین سلیمان آپ کے جانشین بنے آپ کے دوسرے بیٹوں کے نام شیخ نصیر الدین نصر اللہ، شیخ شہاب الدین، شیخ نظام الدین، شیخ یعقوب۔

سیرت۔

آپ شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے، تحمل بردباری اور قناعت، توکل اور تقوی میں بلند مقام رکھتے تھے آپکی کرامات اور خارق عادت واقعات کو کثرت سے آپ کے سوانح نگارون نے لکھا ہے۔

آپ کے گھر میں فقر و فاقہ رہتا تھا جب آپکا وصال ہوا گھر میں کفن کے لئے پیسہ نہ تھا مکان کا دروازہ توڑ کر اسکی اینٹیں قبر پر لگائی گئیں۔ (فوائد الفوائد صفحہ 173 بحوالہ آئینہ تصوف صفحہ نمبر 62)

آپ کے پاس ایک کمبل تھا جو اتنا چھوٹا تھا کہ پیروں پر ڈالتے تو سر کھل جاتا اور سر پر ڈالتے تو پاؤں کھل جاتے توکل کا یہ حال تھا جو بھی آتا اسے تقسیم کر دیتے تھے (آئینہ تصوف صفحہ نمبر 62)

باوجود اس کے کہ آپ کے مریدین میں بہت سے مال و دولت والے لوگ شامل تھے مگر آپ نے کبھی بھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا اور مال و دولت کی بجائے رضائے الٰہی اور فقر کا انتخاب کیا۔ حالانکہ آپ کے سسر سلطان بلبن بادشاہ وقت تھے مگر کوئی منفعت ان سے حاصل نہ کی۔

بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کی طبیعت میں بہت زیادہ نرمی اور شفقت تھی ارو تواضع اور انکسار تھا۔

شاگرد و تصانیف

آپ نے فوائد السالکین اپنے پیرو مرشد کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ رسالہ "موجودہ وجود" رسالہ گفتار اور الہی نامہ بھی آپ کی ہی تصانیف بتائی جاتی ہیں۔

شاعری۔

باوا جی کی شاعری بھی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے جب آپ کا قیام دہلی میں تھا تو اس دوران آپ فارسی زبان میں شاعری کرتے تھے اور جب آپ اجودھن (پاک پتن) تشریف لے گئے تو آپ نے فارسی زبان میں شاعری کی اور آپکا مقصد صرف یہ تھا کہ لوگوں کو اپنے دین کا پیغام دین اور خدا کی طرف بلائیں مگر بد قسمتی سے آپکا کلام محفوظ نہ رہ سکا ہانسی می قیام کے دورن میں اردو زبان میں کہا گیا ایک شعر ہے کہ

وقت سحر وقت مناجات ہے

خیر دارں وقت کو برکات ہے

پنجابی زبان میں کہے گئے اشعار کا مکمل کلام تو جمع نا ہو سکا البتہ گروار جن دیو نے آپ کے ایک سو تیس کے قریب اشعار گرو گرنتھ میں محفوظ کر کے ایک محدود کلام کو محفوظ کر لیا ہے اور گوو گرنتھ سے اور لوگوں کو کو جو اشعار یاد ہوا کرتے تھے ان اشعار کو جمع کر کے فیروز سنز نے "کلام بابا فرید گنج شکر" کے نام سے آپکا کلام شائع کیا ہے۔

فریدا خاک نانندیے! خاک جیئید ناکوۓ

جیوندیاں پیرا تلے سویا اُپر ہوءِ

روکھی سکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی

دیکھ پرائی چوپڑی نہ ترسائیں جی۔

صبر منجھ کمان اے صبر کا نیہنو

صبر سندا بان۔ خالق خطانہ کری

صبر ہی کمان ہے صبر ہی کمان کا چلا ہے صبر ہی تیر ہے جسے خدا خطا نہیں جانے دیتا۔ صبر کا تیر نشانہ پر ضرور لگتا ہے

سمجھا من مانک۔ ٹھاہن مول مچانگوا

جے تو پریادی سک ہیاؤ ٹھاہیں کہیں دا

سب کا دل موتی ہوتا ہے اس کا توڑنا اچھا نہیں اگر تو محبوب سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے تو کسی کا دل نا توڑ۔

تعلیمات

- کلام پاک کی تلاوت سے بہتر اور افضل کوئی عبادت نہیں۔
- طمانیت قلب چاہتے ہو تو حسد سے دور رہو
- خودی کی تکمیل اس عبادت سے ہوتی ہے جس میں ظاہر و باطن دونوں سر بسجود ہوں
- وہی دل حکمت و دانش کا مخزن بن سکتا ہے جو دنیا کی محبت سے خالی ہو

❖ انسان کی تکمیل تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ خوف، امید اور محبت

❖ خوف گناہ سے بچاتا ہے۔ امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے اور محبت میں محبوب کی رضا کو دیکھنا پڑتا ہے۔

❖ درویش وہ ہے جو زبان، آنکھ اور کان بند رکھے یعنی بری بات نا سنے نا کہے اور نا دیکھے

❖ مصیبت کو محبوب (اللہ) کی طرف سے عطیہ سمجھو محبت کا تقاضہ یہی ہے"

❖ محبت کے سات سو مقام ہیں پہلا مقام یہ ہے کہ جو بلا دوست کی طرف سے اُس پر نازل ہو اس پر صبر کرے۔

❖ زندہ دل وہ ہے جس میں محبت خدا ہو

❖ اگر زندگی ہے تو علم میں اگر راحت ہے تو معرفت میں اگر شوق ہے تو محبت میں اگر ذوق ہے تو ذکر میں

❖ توبہ کی چھ قسمیں ہیں اول دل اور زبان سے توبہ کرنا دوسری آنکھ کی تیسری کان کی چوتھی ہاتھ کی پانچویں پاؤں کی چھٹی نفس کی۔

❖ آپ نے فرمایا ہے کہ درویش کو چار باتیں اختیار کرلینی ضروری ہیں۔

آنکھیں بند کرلینا کہ لوگوں کے عیوب نہ دیکھ سکیں

کانوں کو بند کرلینا کہ بری باتیں نہ سن سکیں۔

زبان کو گنگ کرلینا کہ ناقابل ذکر باتیں نہ بول سکے

پاؤں کو لنگڑا کرکے کہ جب اسکا نفس برے کام کے لئے جانا چاہے تو نہ جائے اگر کسی درویش میں یہ چار باتیں نہیں تو وہ جھوٹا ہے۔

- درویش کو اتنا متحمل (تحمل کا اظہار کرنے والا) ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اس کی گردن پر تلوار بھی رکھے تو وہ اس کے لئے بددعا نہ کرے۔
- درویش کا زہد تین چیزوں میں ہے۔
- دنیا کا جاننا اور اس کے کنارہ کش ہو جانا
- اپنے مالک حقیقی کی بندگی کرنا اور اسکے آداب کا لحاظ رکھنا۔
- آخرت کی آرزو اور اسکی طلب کرنا۔
- اگر زندگی ہے تو علم میں ہے۔ اگر راحت ہے تو معرفت میں ہے۔ اگر شوق ہے تو محبت میں ہے اور اگر رزق ہے تو ذکر میں ہے۔

مراجع ومصادر

100 اولیائے کرام	معاذ ہاشمی نظریہ پاکستان اکادمی انار کلی لاہور
اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد15	دانش گاہ لاہور طبع اول 1975
اسلامی انسائیکلوپیڈیا	سید قاسم محمود الفیصل اردو بازار لاہور
اسلامی تصوف	کامران عظیم سوہدروی ایم اے نگارشات لاہور ایڈیشن 2013
انسائیکلوپیڈیا اولیائے کرام المعروف گلدستہ اولیاء	صاحبزادہ مقصود احمد صابری
اولیائے پاکستان (جلد اول)	عالم فقری شبیر برادرز اردو بازار لاہور
اولیائے کرام سیارہ ڈائجسٹ نمبر جلد دوم	دسمبر 1986 اللہ والا پرنٹرز لاہور
آئینہ تصوف	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب بک کارنر پرنٹرز مین بازار جہلم
بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کا فلسفہ انسانیت	محمد مسعود خالد
تاریخ تصوف	پروفیسر یوسف سلیم چشتی
تاریخ تصوف اسلام	رئیس احمد جعفری
تاریخ تصوف قبل از اسلام	بشیر احمد ڈار
تحفۃ الملوک ایڈیشن اول	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعودؓ)
تصوف روحانی سائنس	میر غلام احمد نسیم اضافہ جات محمد محمود احمد ایڈیشن 2007
تفسیر کبیر	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعودؓ)
حقائق الفرقان	حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاولؓ)

حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	امام حافظ عامر ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی
خطبات نور	حضرت حکیم مولانا نور الدین (خلیفۃ المسیح الاولؓ)
خطبات وقف جدید	نظامت ارشاد وقف جدید
دعوت اسلام	آرنڈ
روحانی خزائن	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود و مہدی معہودؑ)
سوانح عمری معین الدین چشتی	از عبد الرزاق شوق
سوانح عمری معین الدین چشتی	از الیاس رضوی
سیر العارفین	حامد بن فضل اللہ جمالی مرکزی اردو بورڈ گلبرگ لاہور
سیر روحانی	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (المصلح الموعودؓ)
سیرت پاک معین الدین چشتی اجمیری	مؤلف شبیر حسن چشتی نظامی عظیم اینڈ سنز پبلیشرز اردو بازار لاہور ایڈیشن 2001
سیرت فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر	علامہ شمس الدین چشتی اکبر بک سیلرز لاہور ایڈیشن 2005
عوارف المعارف	حضرت شہاب الدین سہروردی مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ایڈیشن 1977
مجددین امت محمدیہ اور ان کے تجدیدی کارنامے	نصیر احمد انجم، صفدر نذیر گولیکی ایڈیشن 2005
مجلس صوفیا	پرفیسر معین الدین دردائی نفیس اکیڈمی کراچی
ملفوظات	حضرت مرزا غلام احمد قادیانی (مسیح موعود و مہدی معہودؑ)